فہرست

لمعات: (موجودہ پاکستان: قرآن کی روشنی میں)	محمد سلیم اختر	3
لغات القرآن (ق ص ص)	پرویزؒ	5
اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش	ادارہ	11
اسلام اور قرآن	جاوید چودھری	18
اتحادِ امت: ایک مخلصانہ تجویز	ادارہ	22
مسلمانوں میں تصوف پھیلانے کی کوشش	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	27
قرآن، طلاق اور حلالہ؟	ازہر ازہری	37
مکتوبات	ادارہ	53
بول چال کے آداب (بچوں کا صفحہ)	عارف محمود کسانہ، سویڈن	57

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب، دروس القرآن کی تمام جلدیں، اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز، 42، دی مال (ریگل چوک)، لاہور۔ فون: 042-37312977، موبائل: 0300-4442226

2- البلال بک ڈپو، اردو بازار، کراچی، موبائل: 0344-2502141	3- شہباز بک ایجنسی، اردو بازار، کراچی، فون: 021-32632664
4- مذہبی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی، موبائل: 0331-2716587	5- شاہ زیب انٹرپرائز، اردو بازار، کراچی، 021-32214259
6- علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی، فون: 021-32628939	7- مکتبہ دارالسلام، اردو بازار، کراچی، فون: 021-32212269
8- محمد سلیم، قرآن سینٹر، اردو بازار، کراچی، فون: 021-32210770	9- محمد علی، کارخانہ اسلامی کتب، اردو بازار، کراچی، فون: 021-32631056

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم اختر

لمعات

موجودہ پاکستان: قرآن کی روشنی میں

کوئی قوم خدا کے عذاب میں اس وقت مبتلا ہوتی ہے' جب وہ قوم اقدارِ الٰہی (قانونِ خداوندی) کو دانستہ یا نادانستہ چھوڑ کر ان کے خلاف نظام قائم کر لیتی ہے۔ عذاب کی اولیں شکل یہ ہوتی ہے کہ: **يَلْبِسَكُمْ شِيَعاً وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ (6/65)** اللہ (کا قانون یہ ہے کہ تمہارے اعمال کی سزا کے طور پر وہ تمہیں) مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر دے جس سے تم آپس میں سر پھٹول شروع کر دو۔ پاکستان کے سرحدی اضلاع اور شمالی علاقہ جات میں فرقہ وارانہ قتل و غارت گری اس کی موجود و مشہود مثال ہے۔ جہاں آئے دن شیعہ سنی کو مارتا ہے سنی شیعہ کو مارتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کی عبادت گاہوں میں بھی بم پھٹتے ہیں اور فائرنگ کی جاتی ہے۔

دوسری قسم کا عذاب اس قسم کا ہوتا ہے کہ نافرمان قوموں کی بستیاں کچھ اس طرح سے تباہ و برباد ہو جاتی ہیں گویا وہ کٹے ہوئے کھیت اور بجھے ہوئے انگارے ہیں (قبائلی علاقہ جات کا منظر نامہ) (21/15)۔ ان کی آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے فلک بوس محلات پیوندِ زمین ہو جاتے ہیں اور ان کے کنویں (چاہے پانی کے ہوں یا تیل کے) بیکار ہو جاتے ہیں (جس طرح عراق اور ایران کے تیل کے بھرپور چشمے) (22/45) اور تاریخ کے صفحات پر فقط ان کی داستانیں باقی رہ جاتی ہیں (23/44)۔

تیسری قسم کے عذاب کی یہ شکل ہوتی ہے کہ وہ قوم کسی دوسری قوم کی محکوم و غلام ہو جاتی ہے (جسے استبدالِ اقوام کہا جاتا ہے 47/28) یہ عذاب پہلے کی نسبت کہیں زیادہ مہیب اور رُسوا کن ہوتا ہے۔ اس سے قومیں اپنا تشخص کھو بیٹھتی ہیں۔ یہ کچھ یونہی فوری طور پر نہیں ہو جاتا۔ بلکہ قانونِ الٰہی کی نافرمانی کے اثرات آہستہ آہستہ مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے Slow Poisoning۔ یہ مضر اثرات مکمل ہو کر عذاب کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کی رو سے اگر کسی قوم پر کتاب اللہ کے سوا کسی اور قانون کی حکمرانی ہو تو وہ قوم محکوم ہی ہوتی ہے۔ خواہ وہ خود ہی حکمران کیوں نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر غیرت و حمیت کا دیوالیہ پن کیا ہو سکتا ہے؟ اس اعتبار سے مسلمانوں کی تمام آزاد مملکتیں سینکڑوں سالوں سے مسلسل محکوم چلی آ رہی ہیں کیونکہ آزادی صرف قوانینِ خداوندی کی محکومیت کا نام ہے۔

قوموں سے آگے بڑھیں تو پوری انسانیت سامنے آ جاتی ہے۔ اگر انسان قانونِ الٰہی سے منہ پھیر لے تو پھر خدا بھی اس کی حفاظت اور نشوونما سے دستکش ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کا ارتقاء اور نشوونما رک جاتی ہے۔ اسے فسق کہا جاتا ہے۔ اس طرح بالآخر ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے حرکت میں میں آ جانے کا امکان ہے جس سے وہ ایسی مخلوق کو معدوم کر دے اور اس کی جگہ ایک نئی باصلاحیت مخلوق کو لے آئے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِن یَشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍo وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍo (20-14/19)-

جس چیز میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہتی' وہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ ایسی چیز لے لیتی ہے جس میں اس قسم کی صلاحیت ہوتی ہے۔ لہٰذا ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے اعمال تعمیری نتائج پیدا نہیں کریں گے۔ تو تم کائناتی نقشہ میں فٹ نہیں بیٹھ سکو گے اور خدا کا کائناتی قانون تمہیں نکال باہر پھینکے گا اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے گا اور ایسا کرنا خدا کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں!

اس سے ظاہر ہے کہ خدا کے لئے یہ بھی مشکل نہیں کہ اگر ساری کی ساری نوعِ انسانی (غلط راہوں پر چل نکلے تو ان) کی جگہ ایک ''نئی مخلوق'' لے آئے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

اِن یَشَاْ یُذْھِبْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِآخَرِیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْراًo (4/133)-

ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کہ ہم موجودہ نوعِ انسان کو ختم کر دیں اور اسکی جگہ ایسی نوع کو لے آئیں جو باصلاحیت ہوگی۔

تصریحاتِ بالا سے ظاہر ہے کہ ''مسلمان'' محرومی اور زبوں حالی کے جس مرض میں مبتلا ہیں' یہ وہی ہے جو آدم کو لاحق ہوا تھا۔ یعنی قانونِ الٰہی سے انحراف' اور علاج بھی اس کا وہی ہے (اقبال کی زبان میں ''آبِ نشاط انگیز'' یعنی قرآنِ کریم) جو آدم کو تجویز کیا گیا تھا کہ **فَمَن تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** (2/38) یہ ہدایت آج بھی اپنی مکمل اور مُنزّہ صُورت میں ہمارے پاس موجود ہے' اس لئے ہم پستی سے ابھر کر پھر اسی بلندی پر پہنچ سکتے ہیں جہاں سے ہم گرے تھے۔ آدم کی لغزش ابلیس کی لغزش نہیں جس میں گر کر پھر ابھرنا نہیں' ٹوٹ کر پھر بننا نہیں۔

آخر گناہ گار ہیں کافر نہیں ہیں ہم!

جب ابدی مایوسی نہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے کھوئے ہوئے مقام کی بازیابی کی کیا صورت ہے؟ جواب بالکل سہل اور سادہ ہے۔ ہماری نشأۃِ ثانیہ کے دو اجزاء لاینفک ہیں۔ ایک **تمسک بالقرآن** اور دوسرے اجتماعی زندگی کے تخیّل کا احیاء۔ کیونکہ **لا اسلام الا بالجماعۃ**۔ قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے۔ جہاں تک تشکیلِ جماعت کا تعلق ہے یہ اس وقت ممکن ہے جب دنیا کے مسلمان مسلکی' گروہی اور علاقائی عصبیتوں کے بت توڑ کر جسدِ واحد کی طرح بصورتِ ملت' **اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ** (3/103) کے مصداق ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں کہ قومیں اوطان سے نہیں' تصورِ حیات سے بنتی ہیں۔ لہٰذا مختلف علاقوں اور خطوں میں رہتے ہوئے بھی مسلمانانِ عالم ایک قوم کے افراد ہیں۔ **اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً** اس لئے کہ ان سب کا خدا ایک ہے۔ **وَاَنَا رَبُّکُمْ**......o (21/93)-

اگر آج بھی مسلمان اپنے معاملات قرآنِ حکیم کے تابع کر لیں اور ایک قوم بن کر منظرِ عام پر آئیں تو دنیا دیکھے گی کہ ایک ارب سے بھی زیادہ مسلمانوں کا سیلاب بے پناہ کس طرح باطل قوتوں کو راہِ راست (صراطِ مستقیم) پر لے آتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(لغات القرآن)

ق ص ص

قَصَّ اَثَرَہٗ یَقص قصا و قصصا. کسی کے پیچھے پیچھے اس کے نقوش قدم پر چلنا*۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنی کسی چیز کا پیچھا کرنے اور جستجو کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں دیکھئے (۶۴/ ۱۸/۱۱،۱۸/ ۲۸)۔

قص علیہ الخبر قصصا. اسے وہ خبر بتا دی۔ اسے اس پر مطلع کر دیا*۔ قرآن کریم میں ہے۔ **نحن نقص علیک احسن القصص** (۱۲/۳)۔ ہم تجھے بہترین انداز سے واقعات بتاتے ہیں۔ **القصاص.** قصہ گو۔ ایک حدیث میں ہے **ان بنی اسرائیل لما قصوا ھلکوا.** بنی اسرائیل جب قصہ گوئی میں پڑ گئے تو ہلاک ہو گئے۔ یا جب انہوں نے (خدا کی سند کو چھوڑ کر) اسلاف کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا تو ہلاک ہو گئے*۔ (یہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا)۔ **القصۃ.** معاملہ۔ خبر۔ واقعہ*۔

قص الشعر. اس نے بال کاٹے۔ **المقص.** قینچی کو کہتے ہیں*۔

القصاص. مجرم کا اس طرح پیچھا کرنا کہ اسے اس کے جرم کی سزا مل کر رہے۔ مجرم کو اس کے جرم کی سزا دے دینا۔ قانون عدل کا مجرم کے پیچھے پیچھے چلنا۔ راغب نے اس کے معنی خون کے پیچھے خون بہا (بدلہ) کا آنا کئے ہیں۔ قرآن کریم نے اس لفظ کو جرم قتل کی سزا کے سلسلہ میں استعمال کیا ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم موضوع ہے اس لئے اس کے متعلق ہم ذرا تفصیل سے گفتگو کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے انسانی زندگی کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اس نے کہہ دیا کہ **من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا.** جس نے کسی متنفس کو مار ڈالا، بجز اس کے کہ اسے کسی جان کے بدلے (جرم قتل کی سزا میں) مارا گیا ہو یا ملک میں فساد برپا کرنے کی سزا کے طور پر، تو یوں سمجھو گویا اس نے تمام نوع انسان کو قتل کر ڈالا۔ **ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً** (۵/۳۲)۔ اور جس نے کسی ایک متنفس کو موت سے بچا لیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو موت سے بچایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی رو سے

(۱) قتل بہت بڑا سنگین جرم ہے۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے' یا ملک میں فساد برپا کر دے' اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

فساد فی الارض (بغاوت) کے متعلق (۵/۳۳) میں احکام دیئے گئے ہیں لیکن چونکہ یہ موضوع اس وقت زیر بحث نہیں اس لئے ہم اس سے آگے بڑھ کر انفرادی قتل کے جرم کی طرف آتے ہیں۔

جرم قتل کے متعلق پہلی آیت سورہ بقرہ میں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ **کتب علیکم القصاص فی القتلی** (۲/۱۷۸)۔''تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص فرض قرار دیا گیا ہے''۔اس آیت میں لفظ **قصاص** سے مراد عام طور پر سزائے موت لی جاتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے' **قصاص** کے معنی کسی کے پیچھا کرنے کے ہیں۔لہٰذا **قصاص** کا مطلب ہوا مجرم کا پیچھا کرنا۔اس کا تعاقب کرنا۔اسے ایسے ہی نہ چھوڑ دینا کہ وہ اپنے کئے کی سزا نہ پا سکے۔اس آیت میں خطاب **یاایھا الذین امنوا** (جماعت مومنین) سے ہے۔جس معاشرہ میں اجتماعی قوانین رائج نہ ہوں' اس میں جرائم اور اس کے بدلے کو افراد پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔اب یہ چیز مقتول کے وارثوں کے لئے ہے کہ وہ مجرم کا پیچھا کریں۔اگر ان میں ہمت ہو تو اسے پکڑ کر اس سے بدلہ لے لیں۔اور اگر مجرم ان سے بالا دست ہو تو پھر صبر شکر کر کے بیٹھ رہیں۔لیکن قرآن کریم ایک اجتماعی نظام پیش کرتا ہے اس لئے اس میں جرم کا بدلہ لینا افراد پر نہیں چھوڑا گیا۔وہ معاشرہ سے کہتا ہے کہ جرم کا ارتکاب خود معاشرہ کے خلاف ہوا ہے (کسی فرد کے خلاف نہیں ہوا) اس لئے یہ معاشرہ کا فریضہ ہے (نہ کہ مقتول کے وارثین کا انفرادی کام) کہ وہ مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائے۔معاشرہ پر فرض قرار دیا جاتا ہے کہ وہ مقتول کے بدلہ لینے کا انتظام کرے۔دور حاضر کی اصطلاح میں کہا جائے گا کہ قرآن کریم نے جرم قتل کو'' قابل دست اندازی پولیس'' قرار دیا ہے جس میں مستغیث خود حکومت ہوتی ہے (Crown vs.....)۔لہٰذا آیت کے اتنے ٹکڑے کے معنی یہ ہوئے کہ یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ جرم قتل کے مرتکب کا پیچھا کر کے اس سے بدلہ لے۔

اس سے آگے ہے **الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی**. اس حصہ کا تعلق بھی سزا سے نہیں بلکہ اس میں اس اہم اصول کو بیان کیا گیا ہے کہ اس باب میں مجرم اور مقتول کی پوزیشن کا کوئی لحاظ نہ رکھا جائے۔مجرم خواہ کتنا ہی بڑا اور مقتول کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو' بدلے کے معاملہ میں دونوں کو یکساں سمجھا جائے۔اس لئے کہ ہر انسانی زندگی (وہ مرد آزاد کی ہو یا غلام کی۔عورت کی ہو یا مرد کی) یکساں قیمتی ہے۔

خونِ شہ رنگیں تر از مزدور نیست

اسے پھر دہرا دینا ضروری ہے کہ آیت کے اس

حصے میں اسلام کا اصول مساوات بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اس سے یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی مرد آزاد (حُر) قتل کر دیا گیا ہے تو اس کے بدلے کسی مرد آزاد (حُر) کو قتل کیا جائے' خواہ قاتل کوئی غلام ہی کیوں نہ ہو اور اگر مقتول غلام ہے تو کسی غلام کو پھانسی چڑھایا جائے' خواہ قاتل' مرد آزاد ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مفہوم بالبداہت غلط ہے۔ قرآن کریم نے یہاں عام اصولِ مساوات پر زور دیا ہے اور اس کے لئے اصولی انداز بیان اختیار کیا ہے' جس سے مراد یہ ہے کہ سزا کے معاملہ میں قاتل اور مقتول کی پوزیشن کا کوئی خیال نہ کیا جائے۔

اس کے بعد ہے **فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذالک تخفیف من ربکم و رحمۃ.** جس شخص کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو اسے چاہئے کہ قاعدے کے مطابق اس کی پیروی کرے اور حسن کارانہ انداز سے اس کی ادائیگی کرے۔ یہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ سزا کا اس میں بھی ذکر نہیں۔ سزا میں سے کچھ معاف کر دینے کا ذکر ہے۔ ''کچھ معاف کر دینا''۔ (شی) اس کی دلالت کرتا ہے کہ اس کا تعلق سزائے موت سے نہیں۔ اس لئے کہ سزائے موت میں سے ''کچھ معاف کر دینے'' (اور کچھ باقی رہنے دینے) کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ''کچھ معاف کر دینے'' کی شکل اسی صورت میں پیدا ہوسکتی ہے کہ سزا' مال (جرمانہ) کی ہو۔ اسے دیت یا خوں بہا کہا جاتا ہے۔

جرم قتل کی سزا کا ذکر سورہ نساء میں ہے جہاں جرم کی مختلف نوعیّتوں اور ان کے مطابق سزا کا بیان ہے۔ ارشاد ہے **ما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطا.** کسی مومن کے یہ شایان ہی نہیں کہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر ڈالے۔ ہاں غلطی سے ایسا ہوسکتا ہے۔ **ومن قتل مومنا خطا فتحریر رقبۃ مومنۃ و دیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا.** ''اور جو کوئی غلطی سے کسی مومن کو مار ڈالے تو ایک مومن غلام آزاد کرے اور خوں بہا ادا کرے جسے اس کے وارثوں کے سپرد کیا جائے گا۔ بجز اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔ یہاں سے بات صاف ہوگئی کہ قتل خطا (غیر ارادی طور پر' بھولے سے قتل) کی سزا موت نہیں' بلکہ خوں بہا ہے جو اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ خوں بہا کی جو رقم عدالت مقرر کرے' مقتول کے وارثوں کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس میں سے کچھ (یا سب کا سب) معاف کر دیں۔ لہٰذا سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۸ میں جو **فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ** کہا گیا ہے تو وہ قتل خطا کی صورت میں ہے جس کی سزا خوں بہا ادا کرنا ہے۔

سورہ نساء کی آیت ۹۲ کے باقی ماندہ حصہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر مقتول اس قوم سے متعلق ہو جو تمہاری دشمن ہو

یا اس سے جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس صورت میں کیا سزا ہو گی (سزا اس صورت میں بھی خوں بہا ہی مقرر کی گئی ہے)۔

اس سے اگلی آیت میں ہے **ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا و غضب اللہ علیہ ولعنہ و اعدلہ عذابا عظیما** (۴/۵۳)۔ اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت اور اس کے لئے سخت سزا تیار کی گئی ہے''۔ یہاں قرآن کریم نے قتل عمد کے لئے انتہائی سزا بتائی ہے۔ اس میں دیت (خوں بہا) نہیں ہے۔ البتہ قتل عمد میں بھی جرم کی نوعیتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص نہایت ٹھنڈے دل سے سوچتا ہے کہ اگر فلاں آدمی کو قتل کر دیا جائے تو اس کی تمام جائیداد مجھے مل جائے گی۔ وہ اس کے لئے اسکیم بناتا ہے اور سوچی سمجھی تدبیر کے مطابق اسے قتل کر دیتا ہے۔ اس قسم کے (Cold-Blooded Murder) کی سزا سخت ترین ہونی چاہئے۔ اس کے برعکس ایک شخص دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کی بیوی کی عصمت پر حملہ کیا ہے۔ وہ غیرت میں آ کر اسے فوراً قتل کر دیتا ہے۔ قتل عمد یہ بھی ہے لیکن اس میں اور اول الذکر میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے ہر قتل عمد کی سزا ایک جیسی نہیں ہو گی۔ جرم کی نوعیت اور احوال وظروف (Circumstances) کے اختلاف سے سزا میں اختلاف ہو گا۔ اس سے قیاس کا رخ اس طرف جاتا ہے کہ قرآن کریم نے قتل عمد کی سزا میں **جزائوہ' جھنم** کے بعد اللہ کا غضب۔ اس کی لعنت۔ اور سخت سزا کا جو ذکر کیا ہے تو یہ سزاؤں کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ مثلاً عبور دریائے شور۔ قید تنہائی۔ قید بامشقت۔ معاشرہ کے حقوق سے محروم (Disqualify) کر دینا (لعنت کے یہی معنی ہیں) وغیرہ وغیرہ۔

ممکن ہے کہہ دیا جائے کہ یہاں سزائے جہنم کا ذکر ہے (جس کا تعلق آخرت سے ہے اس دنیا سے نہیں)۔ لیکن دوسری جگہ قرآن کریم نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ قتل عمد کی سزا بالعموم' موت (قتل) ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے **فلا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق.** جس جان کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے (یعنی بے گناہ کا قتل) اسے قتل مت کرو۔ بجز اس کے کہ انصاف کا تقاضا ایسا ہو۔ **فمن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا.** جو ظلم سے قتل کیا جائے تو قاتل یہ نہ سمجھے کہ مقتول کے وارثوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں' اس لئے میں اب جس طرح جی چاہے دندناتا پھروں' مجھے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ اسے اس زعم باطل میں نہیں رہنا چاہئے۔ مقتول کے ورثاء کے لئے ہم نے معاشرہ کو ''سلطان'' بنایا ہے۔ معاشرہ (نظام حکومت) کا غلبہ و اقتدار (سلطان) مقتول کے وارثوں کا پشت پناہ ہو گا۔ **انہ کان منصورا**

(۳۳/۱۷)۔ اس طرح یہ معاشرہ خود مقتول کی (اور اس کے وارث کی) مدد کرے گا اور قاتل سے بدلہ لے کر چھوڑے گا۔ لیکن معاشرہ کو اس کی بھی تاکید کر دی گئی ہے کہ قاتل کو سزائے موت دینے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ **فلا یسرف فی القتل**. مثلاً ایک شخص نے جان بوجھ کر کسی شخص کے خاندان کے چار پانچ افراد کو بے رحمی سے قتل کر دیا ہے۔ (ظاہر ہے کہ اثبات جرم کے بعد عدالت کو قاتل کے خلاف سخت غصہ ہوگا۔ لیکن عدالت کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ قاتل کے خاندان کے چار پانچ افراد کو اسی طرح قتل کر دے۔ یہ "**اسراف فی القتل**" ہوگا۔

نہ ہی آیت کے اس ٹکڑے (**فقد جعلنا لولیہ سلطنا**) کے یہ معنی ہیں کہ مقتول کے وارث کو اس کا اختیار ہے کہ وہ جا کر قاتل کو خود قتل کر دے۔ بالکل نہیں۔ **قصاص** کا حکم معاشرہ کے لئے ہے افراد متعلقہ کے لئے نہیں۔ قتل کا جرم، معاشرہ (نظام حکومت) کے خلاف جرم ہے۔ انفرادی جرم نہیں۔ مقتول کے وارثوں کی حیثیت (زیادہ سے زیادہ) استغاثہ کے گواہوں کی ہوگی۔ مستغیث کی نہیں ہوگی۔ مستغیث خود حکومت ہوگی۔ لہٰذا **فلا یسرف فی القتل** کا حکم بھی معاشرہ (عدالت) کے لئے ہے۔

اس آیت سے دو باتیں واضح ہوگئیں۔

(۱) **ومن قتل مظلوما** سے واضح ہے کہ یہاں قتل عمد کا ذکر ہے۔ اس لئے کہ قتل خطا میں قاتل کو ظالم اور مقتول کو مظلوم نہیں کہا جائے گا۔ جس شخص سے محض سہواً، نادانستہ، بھول چوک میں، غلطی سے کسی کا قتل ہو جائے وہ ظالم نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنے کئے پر خود نادم ہوتا ہے۔ لہٰذا مقتول اسی صورت میں مظلوم کہلائے گا جب اسے کسی نے عمداً قتل کیا ہو۔

(۲) معاشرہ کے طاقتور لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ اپنی قوت کے بل بوتے پر جسے چاہیں قتل کر ڈالیں۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ معاشرہ کا پورا غلبہ و اقتدار (سلطان) مقتول کے وارث کا پشت پناہ ہوگا، اور اس طرح قاتل سے بدلہ لینے میں اس کا حامی و مددگار رہے گا۔

(۳) قتل عمد کی سزا قتل (موت) ہے۔ لیکن اس میں حد سے نہیں بڑھا جائے گا۔

اس آیت کو جب سورہ نساء کی آیت **فجزائوہ جھنم** سے ملا کر پڑھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جہنم کی سزا سے مراد سزائے موت ہے۔ اور "اللہ کا غضب ولعنت اور عذاب عظیم"، وغیرہ اس کے ساتھ، یا اس سے الگ، یا اس سے نچلے درجہ پر، دوسری سزائیں ہیں جن کی نوعیت معاشرہ خود متعین کرے گا۔

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ قرآن کریم کی رو سے:

(i) قتل کا جرم انسانیت کے خلاف سنگین جرم ہے۔

(ii) جرم قتل' افراد کے خلاف جرم نہیں خود معاشرہ کے خلاف جرم ہے۔ لہٰذا' مجرم کا پیچھا کر کے اسے سزا دینا' مقتول کے وارثوں کا کام نہیں بلکہ نظام حکومت کا فریضہ ہے۔

(iii) اس بات کا فیصلہ عدالت کرے گی کہ قتل بلا ارادہ (خطا) تھا یا قتل عمد۔

(iv) قتل خطا کی صورت میں سزا خوں بہا (دیت) ہو گی۔ اس کے لئے مقتول کے وارثوں کو اختیار ہو گا کہ وہ مجرم کو بالکلیہ معاف کر دیں یا خوں بہا کی رقم میں سے کچھ کم کر دیں۔

(v) قتل عمد کی سزا دیت نہیں اس لئے اس میں مقتول کے وارثوں کا کوئی اختیار نہیں رہتا۔ اس کی سزا عدالت کی طرف سے مقرر ہو گی جو سزائے موت (یا جرم کی نوعیت اور حالات کے پیش نظر) اس سے کم درجہ کی سزا (قید وغیرہ) ہو گی۔

(vi) یہ جو کہا گیا ہے کہ ''کسی مومن کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے۔ مگر غلطی سے''۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ مومن غیر مومنوں کو یونہی قتل کرتا پھرے۔ اس کی اسے کھلی چھٹی ہے' قطعاً نہیں۔ مومن و غیر مومن کسے باشد' ہر ایک کی زندگی قرآن کریم کی رو سے یکساں قیمتی ہے (۵/۳۲)۔ اس آیت میں مومنین کی اس خصوصیت کا ذکر ہے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک بھائی کو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ دوسرے بھائی کو قتل کر دے۔ ہاں ایسا غلطی سے ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اسے خوں بہا ادا کرنا ہو گا تاکہ آئندہ ایسی غلطی سے محتاط رہے۔ لیکن اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا سخت ہو گی۔

(vii) قرآن کریم نے انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور اہمیت بتانے کے باوجود اسے تسلیم کیا ہے کہ بالحق زندگی لی جا سکتی ہے۔ یعنی جہاں حق و انصاف کا تقاضا ہو' یعنی بے گناہ کے قتل عمد کی سزا کے طور پر' یا دشمن سے جنگ میں' یا نظام اسلامی کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو فساد سے روکنے کے لئے' وغیرہ۔ لیکن اس کا فیصلہ بھی معاشرہ کرے گا (نہ کہ افراد از خود) کہ بالحق کسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا مقتول مظلوم کے وارثوں کو بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ از خود قاتل کو قتل کر دیں۔ یہ ہے وہ **قصاص** جس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ اس میں تمہاری اجتماعی زندگی کا راز پوشیدہ ہے (۲/۱۷۹)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہُشیار باش

(اس وقت پوری امتِ مسلمہ، خصوصاً پاکستانی عوام فرقہ واریت اور دہشت گردی کے المناک عذاب میں مبتلا ہے۔ ہر فرد نہایت پریشان اور مضطرب ہے۔ ہر دانشور اور صحافی ملتِ اسلامیہ کو اس فرقہ واریت کے اژدہا کی گرفت سے بچانے کی تدابیر سوچنے پر مجبور ہے چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں 3-4-2011 کو جناب جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ صاحب کا مضمون بعنوان 'فرقہ واریت: ہماری کمزوری' 8-4-2011 کو جناب نذیر احمد غازی صاحب (سابق جج ہائی کورٹ) کا مضمون 'کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں' کے عنوان سے مضمون شائع ہوئے ہیں جن میں امتِ مسلمہ کو فرقہ واریت میں گرفتار کرنے کی بین الاقوامی سازشوں سے خبردار اور متنبہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں مضامین بشکریہ بالترتیب قارئین کی نذر کئے جا رہے ہیں۔) (ادارہ)

فرقہ واریت: ہماری کمزوری

گروہی تقسیم نہ صرف ماضی میں مسلم ممالک میں اندرونی تصادم کا بڑا سبب رہی ہے بلکہ آج بھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ خصوصاً گذشتہ تیس سالوں سے بیرونی قوتوں نے ہماری اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس لعنت کے اثرات سے بری طرح متاثر ہونے والے ممالک میں افغانستان، عراق، ایران، فلسطین، لبنان اور پاکستان سرفہرست ہیں جبکہ حالیہ دنوں میں بحرین اس تصادم کا شکار ہوا ہے جہاں عالمی طاقتوں نے سازشوں کا ایک نیا کھیل شروع کر دیا ہے۔ وہ کھیل کیا ہے، اسے سمجھنا ضروری ہے۔

اگر اس مسئلے کو وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو آپ پر عیاں ہو گا کہ باقاعدہ ایک سازشی منصوبے کے تحت، دو مرکزی طاقتوں، یعنی پختون پاور اور شیعہ پاور کے درمیان تصادم کے ذریعے مسلم امہ کو کمزور کرنے کے منصوبے پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے جس کے سبب پورے ایشیاء میں سلامتی کے حوالے سے نئے خدوخال مرتب ہو رہے ہیں اور اس خطے پر اپنی عملداری قائم کرنے کی غرض سے عالمی طاقتیں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے نئے سازشی کھیل میں مصروف ہیں۔ اس طرح یہ خطہ عالمی طاقتوں کے مابین مفادات کے تحفظ کی وسیع تجربہ گاہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ان دو طاقتوں یعنی پختون پاور اور شیعہ پاور کو بجا طور

پر (Sectarian Tectonic Plates) کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے جو اگر باہمی رابطے اور تعاون کی راہ اختیار کریں تو عالم اسلام کے لئے امن و بھائی چارے کے نئے دور کا آغاز ہوگا اور اگر انہیں آپس میں ٹکرا دیا گیا تو بڑی تباہی آئے گی اور اسلامی دنیا کا اتحاد ناممکن ہو جائے گا' اور یہی ان سازشوں کا مقصد ہے جن پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے۔ شیعہ اور سنی طاقتیں غیر ملکی جارحیت' ریاستی دہشت گردی اور سازشوں کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ مثلاً 1980ء میں افغانستان پر روسی جارحیت اور قبضہ' 1980ء سے 1988ء تک افغانوں کی روس کے خلاف آٹھ سالہ جنگ آزادی' ایران اور عراق کے مابین 1980ء سے 1988ء تک لڑی جانے والی خونیں جنگ: 1991ء کی پہلی خلیجی جنگ' 1992ء سے 2001ء تک افغانستان کی خانہ جنگی' امریکہ اور اتحادیوں کا افغانستان پر قبضہ: 2003ء میں عراق کے خلاف امریکہ کی جارحیت اور قبضہ' 2006ء میں لبنان کے خلاف اسرائیل کی جنگ اور فلسطین و کشمیر میں جاری ریاستی دہشت گردی اور ظالمانہ جنگیں ہیں جن کے سبب ساٹھ لاکھ سے زائد معصوم مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا گیا ہے جبکہ لاکھوں زخمی و معذور کر دیے گئے ہیں۔ گذشتہ تیس سالوں سے جاری عالمی طاقتوں کی انہی ناانصافیوں' ظالمانہ جنگوں اور ریاستی دہشت گردیوں کو لگام دینے کے لئے مشیت ایزدی نے 'اسلامی مدافعتی قوت' پیدا کی جس کے سبب یہ دو طاقتیں وجود میں آئی ہیں۔ پختون پاور کا اکثریتی مرکز پاک افغان سرحد کے ساتھ ساتھ پختون آبادی والے علاقے ہیں جن میں 24 ملین پاکستانی اور 17 ملین افغانی پختون آباد ہیں۔ اس کے اثر و رسوخ کا دائرہ کراچی سے کوہ ہندوکش تک پھیلا ہوا ہے۔ صرف کراچی میں چالیس لاکھ پختون آباد ہیں۔ یہ طاقت ''اسلامی مزاحمتی قوت'' کا مرکزی جز ہے جو اب تک ناقابل شکست ہے۔ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں اور پوری دنیا اس کی پہنچ میں ہے کیونکہ ''اسے دنیا کے ستر ممالک کے جہادیوں کی حمایت حاصل ہے۔'' گذشتہ تیس سالوں کے عرصے میں اسی طاقت نے دنیا کی دو سپر طاقتوں اور NATO کو شکست سے دوچار کیا ہے۔ سابق امریکی صدر کے سیکیورٹی کے مشیر ڈیوڈ کیلکولن (David Kilkullen) کے بقول ''پختون پاور کو ختم کرنا بڑا ضروری ہے کیونکہ خطے میں امریکی عزائم کے لئے یہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔''

شیعہ پاور کے مراکز ایران' عراق اور بحرین ہیں' جس کا پھیلاؤ لبنان' سعودی عرب' افغانستان اور پاکستان تک ہے' جہاں شیعہ اقلیت آباد ہے۔ ایران اور عراق کی جنگ (88-1980) کا بنیادی مقصد شیعہ اور سنی مسلمانوں میں تفریق اور نفرت پیدا کر کے عالم اسلام کی طاقت کو متحد ہونے سے روکنا تھا۔ عراق پر تو مغربی طاقتوں نے قبضہ کر لیا لیکن ایران ابھی تک ناقابل شکست ہے جسے

پڑوسی سنی ممالک کے لئے مستقل خطرے کی علامت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ مسلمان ممالک میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی خلیج کو وسیع کیا جا سکے۔ دوسری طرف گذشتہ سات سالوں کے دوران مغربی ممالک نے سنی ممالک کو 150 بلین ڈالر سے زائد مالیت کا فوجی سازوسامان فروخت کیا ہے۔ اسلحہ خریدنے والے ممالک میں سعودی عرب، مصر، اردن اور خلیج تعاون کونسل کے رکن ممالک شامل ہیں جو اسلحہ خرید کر نام نہاد ''شیعہ پاور'' کے ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ بحرین میں شیعہ آبادی اکثریت میں ہے جن پر سنی اقلیت کی حکمرانی ہے۔ بحرین کی حفاظت کے لئے سعودی عرب کی زیر قیادت خلیجی فوج کے دستے بھیجے جا چکے ہیں جو بحرین کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے۔ ایران نے اس عمل کو ''قابض فوجوں کی جارحیت'' کا نام دیا ہے جبکہ امریکہ نے اس معاملے پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ''بیرونی فوجوں کا داخلہ جارحیت نہیں ہے۔'' بحرین میں شیعہ اکثریت کی زیر قیادت احتجاج کرنے والوں کا مقصد دو سو سال سے قائم سنی حکمرانی کے دور کا خاتمہ کرنا ہے جبکہ پڑوسی ممالک کی بحرین کے اندرونی معاملات میں مداخلت ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مفاد پرست طاقتوں کی ایماء پر کرائی گئی ہے تاکہ سنی اور شیعہ ممالک کو آپس میں لڑا کر عالم اسلام کی طاقت کو پارہ پارہ کیا جا سکے کیونکہ گذشتہ تیس سالوں سے عراق اور پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات گروہی سطح تک محدود رہے ہیں ''لیکن اب شیعہ اور سنی قوموں کو باہم لڑانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔'' یہی وہ نیا سازشی کھیل ہے جو مسلم امہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے شروع ہو چکا ہے۔

پاکستان اور افغانستان میں کارفرما امریکی انٹیلی جنس ایجنسیاں، افغانستان میں موجود بھارتی اور یورپی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ملی بھگت سے جنگ کو پاکستان کی جانب دھکیلنے میں کامیاب ہوئی ہے جس کے سبب 2005ء سے پاکستانی فوج اپنے ہی قبائلیوں کے خلاف حالت جنگ میں ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان نے امریکی اور اتحادی فوجوں کی مدد کے لئے ایک لاکھ کے قریب اضافی فوج پاک افغان سرحد پر متعین کر رکھی ہے۔ اس طرح ''پاکستان نادانستہ طور پر پختون پاور کو تباہ کرنے کے جرم کا حصہ بن چکا ہے'' جو ایک سنگین غلطی ہے۔ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں بلکہ اس کی آڑ میں سازشی قوتوں کا خطے میں اپنی برتری قائم کرنے کے لئے ایک خطرناک کھیل کا حصہ بن جانا ہے۔ پختون پاور اور شیعہ پاور دونوں ہی مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کے اہم عناصر ہیں جنہیں متحد اور یکجان کر کے ہم اپنی قومی سلامتی کو یقینی بنا سکتے ہیں خصوصاً تاریخ کے اس نازک ترین دور میں جبکہ عالم اسلام میں انقلاب کی تند و تیز ہوائیں چلنا شروع ہوئی ہیں۔ پاکستان میں پارہ چنار اور کرم ایجنسی کے علاقے پہلے ہی فرقہ وارانہ فسادات کی

لپیٹ میں ہیں جس کا بڑا سبب 2001ء سے افغانستان پر غیر ملکی فوجوں کا قبضہ اور پاکستان کے خلاف سازشی کاروائیاں ہیں۔ بحرین میں مغربی طاقتوں کی پشت پناہی سے سعودی عرب اور خلیج تعاون کونسل کی فوجی مداخلت انتہائی خطرناک واقعہ ہے جس کا مقصد مسلمان فرقوں کو باہم دست وگریبان کر کے عالم اسلام کی اجتماعی طاقت کو کمزور کرنا ہے۔

معاشرتی انصاف کے لئے عرب دنیا میں جو انقلاب رونما ہو رہے ہیں ان کے اثرات پاکستانیوں کے ذہنوں پر بھی پڑے ہیں لیکن خوش قسمتی سے ہمارے ہاں جمہوری نظام قائم ہے جو معاشرتی آزادی اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔ لازم ہے کہ ہم جمہوری نظام کو پھلنے پھولنے کا موقع دیں تاکہ یہ اپنی کمزوریوں کو درست کرنے کے قابل ہو سکے۔ ہمیں سیاسی امن و استحکام کی ضرورت ہے جو صرف جمہوری نظام کے تسلسل اور استحکام کے ذریعے ہی یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ غیر ملکی قابض فوجوں کا افغانستان سے انخلاء ہماری ملکی سلامتی کے لئے انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہی وہ فتنہ ہے جو ''تمام برائیوں کی جڑ'' ہے۔ ہمارا ملک اس وقت ایک تاریخی مقام پر کھڑا ہے جہاں جمہوری حکمرانی کی بقا کے لئے ملکی فضا کو بیرونی طاقتوں کی سازشوں سے پاک کیا جانا لازم ہے۔ یہ بات باعث اطمینان ہے کہ پاکستانی قوم نہ صرف فرقہ واریت سے متنفر ہے بلکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سازشوں کا بخوبی ادراک بھی رکھتی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ فرقہ وارانہ تقسیم قومی سلامتی کے لئے زہر قاتل ہے جس کا توڑ جمہوری عمل اور سیاسی حکمت سے ہی ممکن ہے۔

☆☆☆

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

قوم کے مختلف طبقات کا حسن کردار ہی ایک اچھی قوم کا تصور پیدا کرتا ہے اور ان طبقات کا باہمی اتحاد ہی قوم کی عظمت کا نشان ہوتا ہے۔ اگر یہ طبقات باہمی اعتماد کی مضبوط زنجیر میں بندھے ہوئے ہوں تو پھر ملکی استحکام اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ دشمن کی آنکھ میلی ہونے سے پہلے ہی پھوٹ جائے۔

اپنے ملک کا ہر فرد اپنی حب الوطنی کے سبب اس ملک پر اپنی جان نچھاور کرنے کا جذبہ رکھتا ہے۔ عوام الناس کسی بھی مرحلۂ قربانی پر اپنی قوت و بساط سے بڑھ کر نذرانہ جان بھی پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے اور وفا و محبت کی وہ تاریخ رقم کرتے ہیں کہ ہر آنے والے نئے دور کو جوش جدید نصیب ہوتا ہے اور منزل کا خیال ذہن سے اوجھل نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات امتحانِ محبت کا مقتل سیاست دان اور علماء مل کر آراستہ کرتے ہیں اور عوام......ع

تو تیر آزما میں جگر آزماؤں

کے مصداق اپنے ایمانی جذبے کو ان کی صدائے دلفریب

کے خنجر پر آزماتے ہیں اور وہ جان سے گزر جاتے ہیں۔ قیام وطن سے لے کر آج تک ہر ملی تحریک میں علماء وسیاست دانوں کی صدائے طلسم ربا پر جوانوں نے سینوں پر گولیاں کھائیں' جان' مال' عزت وآبرو کی نذر پیش کی لیکن سیاسی و مذہبی قیادت نے جنون خیز جذبوں کی قیمت صفر سے بھی کم تر جانی۔ جب کوئی فرد یا قوم پاکیزہ جذبوں کا مذاق اڑاتی ہے تو پھر آسمان سے تائیدِ غیبی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں کیونکہ کسی بھی طرز کا مذاق وتمسخر' تکبر ہی کی ایک شکل ہے اور تکبر تو صرف ذاتِ خداوندی ہی کو زیب دیتا ہے۔ شیطان نے ازخود اپنی ذات کو اس صفت سے متصف کرنا چاہا تھا' سزا کے طور پر آج تک ذلت ورسوائی کی المناک داستان کا مرکزی کردار بنا ہوا ہے۔ ہمارے سیاست کار اور علم دار لوگوں نے خدمت وشعور کے خوبصورت لبادے اوڑھ کر جنگل کی بادشاہی کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن ''حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے''۔ بے شرمی اور ڈھٹائی برابر ہوتی ہے بےحسی اور درندگی کے۔ اس لئے جہاں پر بے شرمی اور ڈھٹائی نے کاروائی کی ہے' وہاں پر ملی بےحسی اور قیادت کی درندگی نے جنم لیا ہے۔

آج ہمارے ملک کے زوال اور ملت کے بے وقاری کے اہم ترین اسباب میں سے سیاست کار اور علم دار لوگوں کی وہ بےحسی اور شعور کا شر بھی شامل ہے جس نے ان سے ملی غیرت کی نعمت چھین لی ہے اور اتحاد وملت کا جذبہ بلند بھی ان کے سینوں سے نکل کر ان کے فطری شر کی زد میں آچکا ہے۔ اب سیاست دان اور علماء ان موضوعات پر مشق سخن فرماتے ہیں' جن موضوعات پر عمل کرنے سے دین ودنیا میں ذلت کے گڑھے ہی نصیب ہوتے ہیں۔

ہم ہر روز اغیار کی داستان ظلم سنانے کے لئے سڑکوں پر آجاتے ہیں' زندہ باد اور مردہ باد کی فلک شگاف آوازوں سے فرشتوں کو جگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پیر پگاڑا کی زبان میں فرشتے ایک انجانی انسانی قوت کا نام ہوتا ہے' ہم سڑکوں سے لوٹ کر چینلز کے دروازے پر کھڑے شہرت کی دیوی کے قدموں پر لوٹنے کے لئے سراپا بھکاری بنے ہوتے ہیں' نام نہاد عزت کے سانپ نے اپنا سارا زہر ہمارے شعور کی پوٹلی میں اتار دیا ہے اور متاثرین میں سب سے بڑے دو طبقات نظر آتے ہیں' ایک سیاست کار اور دوسرے علم دار۔ وہ علم دار جن سے نسبت کے باعث عوام اپنے دین کو محفوظ سمجھتے ہیں' میڈیا ان علم داروں کو بلوا کر فرقہ پرستی اور دھینگا مشتی کی کتاب کے نئے ابواب مرتب کرواتا ہے اور یہ ازخود فروغ ذات کے لئے چھوٹی بات کو بڑھانے کے طلسم ہوش ربا کا مظاہرہ انٹرنیٹ پر کرتے ہیں۔

قارئین! آپ مذہبی موضوعات پر انٹرنیٹ سے رابطہ کیجئے تو آپ مذہبی تفرقے کا وہ سیلاب ہوش ربا ملاحظہ فرمائیں گے کہ آپ کے یقین واعتماد کی پونجی بھی ڈوبتی نظر آئے گی۔ اگر آپ نے سقوط بغداد اور ذلتِ قرطبہ کی تاریخ

پڑھی ہے تو آپ کو اس تاریخ کے تفرقہ باز علماء شاید معصوم اور نیک معلوم ہونے لگیں اور آج کے نام نہاد علماء کے بارے میں آپ کہہ اٹھیں...... ؎

شیخ حرم کو دیکھا ہے میں نے
کردار بے سوز گفتار وامی

چھوٹے چھوٹے ناقابل توجہ فروعی مسائل پر وہ معرکۃ الآراء بحثیں موجود ہیں کہ شعور صالح ماتم کرتا نظر آتا ہے۔ ایک دوسرے پر تنقید کے غیر اخلاقی رویے اس قدر گھٹیا ہیں کہ اخلاق کا جنازہ اٹھتا دکھائی دیا ہے اور گفتگو کا وہ رویہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے اور کلام میں درشتگی کا یہ عالم کہ اسلامی تعلیمات بھی بے اثر نظر آتی ہیں۔ اسلام' اسلام نظر نہیں آتا بلکہ دیوبندی' بریلوی' شیعہ' وہابی' اہلحدیث کے اجزائے مختلفہ کا ایک بے نور مرکب نظر آتا ہے۔

صاحبو! وہ شعور مر گیا' بدنیتی کی چٹان سے ٹکرا کر جس شعور سے قومیں مذہبی اخلاق سیکھتی تھیں' اس فکر نے خودکشی کر لی ہے' جس نے ممولوں کو شہباز سے ٹکرانے کی تربیت کی تھی' وہ دردنشہ کاروں کے تریاق کا شکار ہوا جس درد نے ہم درد بننے کی تحریک پیدا کرنا ہوتی ہے۔ درد کو عمل میں بدلنے کے لئے علماء کی کوششیں ہی ثمر آور ہوتی ہیں' لیکن علماء کو اپنی دستار فضیلت کے پیچوں کے تقدس کو بچانے کے لئے فرصت نصیب ہو تو وہ تقدس دین کی طرف لوٹیں' انہیں اپنے فروعی مسائل کو دین بنانے سے فرصت نصیب ہو تو وہ اصل دین کی طرف توجہ فرمائیں۔ علماء کو سیاست کاروں کے بے ہنگم پگڑے کے طرے کو بلند کرنے سے وقت بچے تو وہ دین کی سرفرازی کی بات کریں۔

ان کے مسائل کچھ اور ہیں' دین کے فضائل کچھ اور ہیں۔ انٹرنیٹ پر اختلافات کی ایک وسیع کائنات ہے' جس سے اغیار کو یہ پیغام بھیجا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں تقسیم شعور اور تقسیم مذہب کی جو تعلیم دی جاتی ہے' وہ اتنی وسیع اور دلکش ہے کہ کوئی مذہبی لڑائی کا فن سیکھنا چاہتا ہو تو وہ ہماری ویب سائٹس کے سامنے کشکول رکھے اور پھر ہمارے دریائے جودوسخا کی روانی پر داد دے۔

اے علماء اور صاحبان ممبر ومحراب! تم نیند کے عالم میں جو فرمان جاری کرتے ہو' وہ پرائے لوگوں میں ہنسی کا باعث بنتا ہے۔ تمہاری مسجد اور تمہارا مدرسہ تو امن و سلامتی کا وہ چشمہ تھا جہاں پر ہر اپنا اور غیر آ کر اپنے علم اور روح کی پیاس بجھاتا تھا۔ اب تمہارے مدرسے کی تعلیم کو دہشت گردی کی یونیورسٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تمہاری مسجد کو دہشت گردی کے مرکز کا نام دیا گیا ہے۔ تمہارے فکری اور علمی اختلافی انداز نے تمہیں بھیڑوں کے غلط چال ریوڑ میں بدل دیا ہے' تمہاری صفوں میں اب غیروں کی غارتگری کی ضرورت نہیں' تم نے انٹرنیٹ پر اپنے مناظرے

اور اظہار خیال کے غیر اخلاقی مظاہرے بھجوا کر اغیار کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہم لڑوانے سے نہیں لڑتے ہیں، ہم لڑائی میں اور ملت شکنی میں خود کفیل ہیں۔

تم میں کوئی غزالی ہے جو شعور کو اتحاد و پیار کی لوری دے اور اقبال ہے جو تمہیں یہ کہے کہ...... ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+
بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاوید چودھری

اسلام اور قرآن

یہ سوال بھی دلچسپ تھا' پوچھنے والے نے پوچھا ''میں کوئی نماز قضا نہیں کرتا' میں ہمیشہ وضو میں رہتا ہوں' میں گیارہ سال کی عمر سے روزے رکھ رہا ہوں' میں دن میں دس گھنٹے تسبیح کرتا ہوں' میں تین عمرے اور دو حج بھی کر چکا ہوں' میں ہر سال زکوٰۃ بھی پوری دیتا ہوں اور میں راتوں کو گڑ گڑا کر دعائیں بھی کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود میرا کاروبار نہیں چل رہا' میں اور میرا خاندان ترقی نہیں کر رہا' میں پریشان ہوں' میری دعاؤں میں اثر کیوں نہیں؟ میرے حالات تبدیل کیوں نہیں ہو رہے؟'' یہ سوال انوکھا نہیں تھا' ہم میں سے اکثر مسلمان یہ سوچ کر حیران ہوتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے بہترین دین کو ماننے والے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین نبیﷺ کے امتی ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت میں بھی مصروف رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں' ہم دنیا کے بہترین وسائل کے بھی مالک ہیں لیکن اس کے باوجود دنیا کے پسماندہ ترین لوگ ہیں اور ہم سجدوں' تسبیحوں' ذکر' عمروں' حجوں' خیرات اور روزوں کے باوجود بھی دنیا میں مار کھا رہے ہیں' کیوں؟ یہ سوالات آج دنیا کے ہر مسلمان کے سامنے کھڑے ہیں اور ہم ان کا جواب تلاش کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے شکوے شروع کر دیتے ہیں' ہم یہ شکوے کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں ہم جب تک اسلام اور قرآن مجید کا فرق نہیں سمجھیں گے ہم اس وقت تک ترقی کا راز نہیں پا سکیں گے' ہم اس وقت تک ترقی نہیں کریں گے لیکن آپ قرآن مجید اور اسلام کے فرق کی طرف جانے سے پہلے اسلامی دنیا کی ایک اور تبدیلی بھی نوٹ کیجئے۔

آپ آج کے زمانے کا دس بیس سال پرانے زمانے سے تقابل کر کے دیکھئے' آپ کو ماضی کے مقابلے میں آج مسجدیں زیادہ ملیں گی' آپ کو نمازیوں کی تعداد میں بھی روز بروز اضافہ دکھائی دے گا' آپ جمعہ کی نماز کے لئے کسی مسجد میں چلے جائیں آپ کو گلی تک صفیں ملیں گی' آپ رمضان میں روزہ داروں کا تجزیہ کریں' آپ کو رمضان اور اہتمام رمضان میں بھی اضافہ ملے گا' آپ مذہبی جماعتوں کی وسعت اور طاقت کا بھی اندازہ لگائیے آپ کو مذہبی جماعتوں و ران کے زائرین کی تعداد میں بھی اضافہ دکھائی دے گا' آپ کو ملک کے اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں تسبیح بھی دکھائی دے گی' آپ کو داڑھی رکھنے

شلوار قمیض پہننے اور شعائر اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے رجحان میں بھی اضافہ نظر آئے گا' آپ کو ہر سال عمرہ اور حج کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ملے گا' آپ کو دنیا بھر میں نومسلم بھی ملیں گے اور آپ زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ پائیں گے لیکن یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے عبادات کے رجحان میں اس اضافے کے باوجود عالم اسلام پوری دنیا میں مار کیوں کھا رہا ہے؟ دنیا کے 58 اسلامی ممالک میں سے 55 کا شمار تیسری دنیا اور پسماندہ ترین خطوں میں کیوں ہوتا ہے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے اور اس سوال میں ہماری پسماندگی اور ترقی یافتہ اقوام کا عروج چھپا ہے' ہم لوگ بنیادی طور پر اسلام کے ذریعے ترقی کرنا چاہتے ہیں جبکہ ترقی قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے' کیا اسلام اور قرآن مجید میں فرق ہے؟ جی ہاں ان دونوں میں بہت فرق ہے اور ہم نے آج تک اس فرق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' قرآن مجید دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہے' اسے ہندو بھی خرید سکتے ہیں اور اسے سکھ' عیسائی' یہودی' پارسی اور بودھ حتیٰ کہ لادین بھی پڑھ سکتے ہیں' یہ کتاب پوری انسانیت کے لئے ہے لہٰذا اس کا عربی میں پڑھنا بھی ضروری نہیں' دنیا کا کوئی بھی شخص اس کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کر سکتا ہے' لوگ یہ ترجمہ پڑھ سکتے ہیں' ہم اگر قرآن مجید کسی دوسرے مذہب کے شخص کے ہاتھ میں دیکھیں تو ہمیں برا نہیں لگتا' اس کی وجہ نفسیاتی اعتراف ہے' ہم جانتے ہیں قرآن مجید سب کا ہے جبکہ قرآن مجید کے مقابلے میں اسلام صرف مسلمانوں کے لئے ہے' اسلام پانچ ارکان کا نام ہے' توحید' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج' یہ پانچوں رکن صرف اور صرف مسلمانوں تک محدود ہیں' ہم کسی غیر مسلم کو کلمہ پڑھتا دیکھیں تو ہمیں برا لگے گا' ہم کسی سکھ' ہندو اور پارسی کو اپنی مسجد میں نہیں گھسنے دیں گے' ہم کسی غیر مسلم کو روزے رکھتے دیکھ کر بھی اچھا محسوس نہیں کریں گے' ہم غربت کی انتہا پر پہنچ کر بھی کسی غیر مسلم سے زکوٰۃ نہیں لیں گے اور رہ گیا حج تو کوئی غیر مسلم حرمین شریفین کی حدود تک میں داخل نہیں ہو سکتا' ہم لوگ ان ارکان کی ادائیگی کے لئے بھی ایک خاص ضابطے اور عربی زبان کے پابند ہیں' آپ کلمہ ہر صورت میں عربی زبان میں پڑھیں گے' آپ اس کی جگہ اس کا ترجمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتے' اسی طرح آپ نماز اور حج بھی عربی زبان ہی میں ادا کریں گے اور آپ روزے اور زکوٰۃ کے لئے بھی ایک خاص ضابطے کے پابند ہیں' کیوں؟ اس لئے کہ اسلام کے پانچوں ارکان مسلمانوں کے لئے وقف ہیں' ہم کسی غیر مسلم کو اس وقت تک یہ پانچ رکن ادا نہیں کرنے دیں گے جب تک وہ اسلام قبول نہیں کر لیتا۔

ہمارے ذہن میں اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ قرآن مجید کیا ہے؟ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر اتاری ہوئی ایک ایسی فائنل اتھارٹی ہے جس نے انسان کے کروڑوں

سال کے سماجی تجربے کو دستاویزی شکل دے دی' یہ سماجی تجربہ کیا ہے؟ ہمارا سماجی تجربہ ہمارے معاشرتی تجربے سے ملتی جلتی چیز ہے' انسان نے جس طرح کروڑوں سال کے تجربے سے سیکھا آگ جلا دیتی ہے' برف سن کر دیتی ہے' دھوپ سے بچ کر رہنا چاہئے' بلندی سے چھلانگ نہیں لگانی چاہئے اور طاقتور جانوروں سے بچ کر رہنا چاہئے وغیرہ وغیرہ' بالکل اسی طرح انسان نے کروڑوں برسوں میں 20 سماجی اصول بھی سیکھے ہیں' یہ اصول انصاف' مساوات' قانون' امن' سچائی' دیانتداری' علم' تحقیق' رحم دلی' دوسروں کے حقوق کا احترام' خواتین' بچوں' بزرگوں اور بیماروں کے ساتھ مہربانی' تجارت اور صنعت' جانوروں کے ساتھ حسن سلوک' مضبوط دفاع' وعدے کی پابندی' سادگی' ویلفیئر' شائستگی' دوسروں کے عقائد کا احترام اور برداشت ہے۔ یہ وہ بیس اصول ہیں جن کے بغیر دنیا کا کوئی معاشرہ معاشرہ بن سکتا ہے اور نہ ہی یہ ترقی کر سکتا ہے اور قرآن مجید ان 20 اصولوں کا گواہ ہے' قرآن مجید نے دنیا کے ہر انسان' دنیا کے ہر معاشرے کو یہ سمجھانے کا بیڑا اٹھالیا کہ تم اگر دنیا میں امن' سکون' خوشی اور آرام سے زندگی گزارنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں یہ بیس کام کرنا پڑیں گے بصورت دیگر تم دنیا میں ذلیل ہو جاؤ گے' یہ بیس اصول دنیا کے ہر انسان کے لئے ہیں' یہ انسان گورا ہو' کالا ہو' سرخ ہو یا پیلا ہو اور یہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو۔ ہمارا المیہ اب یہ ہے کہ ہم ان 20 اصولوں پر عمل نہیں کر رہے جو انسان نے کروڑوں سال میں سیکھے ہیں اور قرآن مجید ان کا گواہ بن گیا اور ان کی جگہ توحید' نماز' روزے' زکوٰۃ اور حج سے اللہ تعالیٰ اور قدرت کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لہٰذا ہم دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کی ترقی سے محروم چلے آ رہے ہیں جبکہ ہمارے مقابلے میں اہل مغرب اور ترقی یافتہ ممالک ان بیس اصولوں پر عمل کر رہے ہیں اور ان پر ترقی کے دروازے کھل رہے ہیں' یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے دنیا میں بے انصاف' بے قانون' بے امن' چھوٹے بڑے اور امیر غریب کی تقسیم کے شکار' کم تولنے' کم ماپنے اور عورتوں' بچوں' بوڑھوں' مسکینوں اور جانوروں پر ظلم کرنے والا معاشرہ ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا' خواہ لوگ دن میں تیس تیس نمازیں پڑھ لیں' پورا سال روزے رکھ لیں' ہر سال حج کر لیں' اپنی ساری جمع پونجی زکوٰۃ میں دے دیں اور ہر سیکنڈ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لیتے رہیں' ہم مسلمان ہوں یا نہ ہوں ہمیں معاشرتی اور ذاتی ترقی کے لئے بہرحال ان بیس اصولوں پر عمل کرنا پڑے گا جو انسان نے کروڑوں سال میں وضع کئے اور قرآن مجید نے انہیں تحریری شکل دے کر ہمارے سامنے رکھ دیا' قرآن مجید بنیادی طور پر ایک آئیڈیل معاشرے کی ٹیکسٹ بک ہے اور ہم جب تک اس ٹیکسٹ بک کی طرف نہیں آئیں گے ہم ترقی نہیں پا سکیں گے۔

ہمارے سامنے اب یہ سوال سر اٹھاتا ہے دنیا کے وہ لوگ جو قرآن مجید سے ترقی کا سبق سیکھ لیتے ہیں' یہ اس پر عمل کرتے ہیں لیکن اسلام کے پانچ ارکان پر عمل نہیں کرتے

تو ان کی آخری زندگی کیسے گزرے گی؟ ان لوگوں کی ترقی دنیا کی حد تک محدود رہتی ہے جبکہ ان کے مقابلے شعائر اسلام اور قرآن مجید کے بیں اصولوں پر عمل کرنے والے مسلمان دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہو جاتے ہیں چنانچہ ہمیں اسلام کے ساتھ ساتھ قرآن مجید پر بھی عمل کرنا ہوگا، ہمیں مسلمان کے ساتھ ساتھ ایسا انسان بھی بننا ہوگا جو انسانیت کو دنیا اور دنیا کو انسانیت سمجھتا ہو ورنہ دوسری صورت میں قدرت کو ہماری داڑھیوں، تسبیحوں، نمازوں، روزوں، زکوٰۃ اور حجوں پر رحم نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کم تولنے والے کی نماز اور دعا دونوں سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور میرا وہ دوست اور پورا عالم اسلام اس وقت اسی کشمکش سے گزر رہا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس لاہور، 22-5-2011)

اِظہارِ تشکر

ہماری والدۂ مرحومہ کی وفات پر جن وابستگانِ طلوعِ اسلام نے بذریعہ خطوط، ای میلز ہمدردی کا اظہار کیا اور وہ احباب جو اس موقعہ پر خود تشریف لا کر ہمارے غم میں شریک ہوئے، میں اپنے اور تمام خاندان کی طرف سے آپ سب کی شکرگذار رہوں کہ ایسے موقعہ پر اپنی دعاؤں سے یاد فرمایا جس سے ہمیں بے حد حوصلہ اور تقویت میسر آئی۔

پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ درانی، ایگزیکٹو ہیڈ، طلوعِ اسلام ٹرسٹ، لاہور۔

پلاٹ برائے فروخت

Litigation Free پلاٹ نمبر 25۔اے، احباب کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور برائے فروخت ہے۔خریدنے کے خواہش مند درج ذیل پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

فون نمبر: 042-35961809، موبائل: 0346-4318077

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

WWW.QURANBREEZE.COM, WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK

☆ اندرون ملک، فون: +92 42 35753666، ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحادِ امت: ایک مخلصانہ تجویز

مندرجہ ذیل احکاماتِ الٰہی کی موجودگی میں امتِ مسلمہ کے اندر کسی قسم کے فرقوں کی ہرگز ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔

(1)واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (3:103)-

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

(2)ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعدما جاء ھم البینٰت واولئک لھم عذاب عظیم(3:104)-

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیل آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا' انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(3)ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شئ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون o (6:159)-

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

(4)فتقطعوا امرھم بینھم زبرا. کل حزب بما لدیھم فرحون (23:53)-

پھر انہوں نے خود (ہی) اپنے امر (دین) کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے' ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے۔

(5)منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (30:31)-

(لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور صلوٰۃ قائم رکھو اور مشرکین سے نہ ہو جاؤ۔

(6)من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا. کل حزب بما لدیھم فرحون (30:32)-

ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے۔ ہر

گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔

(7) وما اختلفتم فیه من شئ فحکمه الی الله (42:10)-

اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

(8) وما تفرقوا الا من بعد ما جاء هم العلم بغیاً بینهم (42:14)-

ان لوگوں نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ہی اختلاف کیا (اور وہ بھی) اپنی ضد بحث سے۔

اس وقت مسلمانوں میں دو بڑے فرقے یعنی شیعہ اور سنی عملاً موجود ہیں جن کے جواز کے لئے عموماً درج ذیل احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(i) عن جابر قال رائیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجته یوم عرفة وهو علی ناقته القصواء یخطب فسمعته یقال یاایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی. (رواہ الترمذی)۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفے کے روز رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے۔ اے لوگو میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ خدا کی کتاب ہے اور میرے اہلبیت میں سے میری عزت (یعنی جدی اولاد)۔ (ترمذی)۔

(ii) وعن زید بن ارقم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الأخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما. (رواہ الترمذی)۔

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو اور اس پر عامل رہو تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے (اور یہ دو چیزیں ہیں) جن میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے یعنی خدا کی کتاب ایک رسی کی مانند ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہوئی ہے۔ اور دوسری میری عزت ہے۔ میرے اہل بیت میں سے اور خدا کی کتاب اور میری عزت قیامت کے دن ایک

دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض پر آئیں گے۔ اب تم دیکھو گے کہ میرے بعد تم دونوں چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔

(iii) یاایھا الناس انی قدترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہٖ فلن تضلوا ابدا: کتاب اللہ و سنة نبیہٖ ان کل مسلم اخ المسلم. المسلمون اخوة. (مستدرک حاکم 93/1)۔

اے لوگو بے شک میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔ بے شک ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(iv) وعن مالک ابن انس مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ و سنة رسولہٖ. (رواہ الموطا)۔

حضرت مالک ابن انسؓ بطریق مرسل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔

نا صرف ان چاروں احادیث کے اسناد میں بالترتیب زید بن الحسن، اعمش وحبیب بن ابی ثابت، اسماعیل بن ابی اویس اور اسماعیل بن ابی اویس ضعیف راوی موجود ہیں بلکہ یہ احادیث مذکورہ بالا احکاماتِ الٰہی سے بھی متصادم ہیں لہٰذا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں ہوسکتیں۔

البتہ مندرجہ ذیل حدیث ہر لحاظ سے صحیح ہے:

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم کتاب اللہ. (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ 397/1)۔

تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں میں ایسی چیز کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

کیونکہ نا صرف اس کے سب راوی ثقہ ہیں بلکہ یہ درجِ ذیل آیت مبارکہ کے بھی عین مطابق ہے:

یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسلتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین. (5:67)-

(اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔

اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔)

مزید برآں اس حدیث کی مندرجہ ذیل صحیح احادیث پوری تائید کرتی ہیں:

(1) بلغوا عنی ولو آیة (بخاری۔ کتاب الانبیاءؑ ترمذی۔ کتاب العلم، مسند احمد۔ دوسری جلد صفحہ 214, 159, 202 دارمی۔ مقدمہ)۔

(میری جانب سے لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو)۔

(2) لا تکتبوا عنی غیر القران ومن کتب عنی شیأ غیرہ فلیمحه. (مسلم)۔

مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ نہ لکھو اور جو کسی نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو تو وہ اس کو مٹا ڈالے۔

(3) حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا سفیان عن عبدالعزیز بن رفیع قال دخلت انا وشداد بن معقل علی ابن عباس رضی اللہ عنهما فقال له شداد بن معقل اترک النبی صلی اللہ علیه وسلم من شیءٍ قال ما ترک الا مابین دفتین قال دخلنا علی محمد بن الحنفیه فسئلناه فقال ما ترک الا مابین الدفتین. (صحیح البخاری، 46، فضائل القرآن، حدیث نمبر 4631)۔

ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، اس سے سفیان نے حدیث بیان کی کہ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابنِ عباسؓ کے پاس گئے تو شداد نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کچھ چھوڑا تھا۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ بجز اس قرآن کے جو دفتین میں محفوظ ہے آپ ﷺ نے کچھ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح ہم دونوں محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کے سوا جو دفتین میں محفوظ ہے اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث نبویؐ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا فرضِ منصبی لوگوں تک اللہ کا قرآن پہنچانا تھا۔ قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا لوگوں تک پہنچانا رسول اللہ ﷺ کا فرضِ منصبی نہیں تھا۔ اگر آپ ﷺ **بلغوا عنی ولو آیة** کی جگہ **بلغوا عنی ولو حدیثی** فرماتے تو یہ آپؐ کے فرضِ منصبی کے خلاف ہوتا۔ یہ آپؐ قطعاً نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ **قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم** (6:15) (آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک

بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں) کا اعلان ہر وقت آپ ﷺ کے پیشِ نظر تھا۔ لہٰذا آپ ؐ نے مسلمین کو بھی صرف اور صرف قرآن کو مضبوطی سے تھام رکھنے اور لوگوں تک پہنچانے کی تلقین فرمائی۔

اس لئے ہر مسلم کو عقل و بصیرت سے قرآن سیکھنے سکھانے، سمجھنے سمجھانے اور قرآنی نظام کے قیام کے لئے اپنی توانائیوں اور وسائل کو صرف کرنا چاہئے۔ آیتِ مبارکہ **وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا (25:30)**۔ (اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا) کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے **ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین (6:162)** (بے شک میری صلوٰۃ، میرے نُسک، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے) کے اعلان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہئے۔ سب مسلمین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی فرقہ بازی، مسلک سازی، گروہ بندی، ذات برادری، عربی، عجمی، گورے کالے، لسانی اور علاقائی بنیاد پر تقسیم ہرگز جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔ کسی مسلم کے نام کے ساتھ ایسے کسی سابقے لاحقے کا استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ مساجد میں بھی شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ کا امتیاز قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ کسی مسجد کی رجسٹریشن کسی فرقہ یا مسلک کے لحاظ سے نہیں ہونی چاہئے۔ مسجد کی تعمیر و رجسٹریشن صرف بطور مسجد (یعنی مسلمین کی مسجد) ہونی چاہئے۔ قرآنِ حکیم کے مطابق ایک عالم کے لئے عقل و بصیرت سے قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ صحیفۂ فطرت کا ماہر ہونا یعنی جدید سائنسی علوم کا ماہر یا سائنسدان ہونا بھی لازمی ہے۔ اس لئے ہر مسلم کو عقل و بصیرت سے قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ جدید ترین سائنسی علوم حاصل کرنے کے سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک یکساں مواقع مہیا کئے جانے چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے مدارس کو بھی سکولوں اور کالجوں میں تبدیل کر دینا چاہئے تاکہ امت مسلمہ دین و دنیا دونوں میں سرفراز ہو سکے اور فرقہ واریت سے بھی چھٹکارا حاصل کر سکے۔

سانحہ ارتحال

بزمِ طلوعِ اسلام لندن کے فعال رکن محترم محمود احمد صاحب گذشتہ دنوں وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم محترمہ شمع احمد صاحبہ ایکس چیئر نیوھم کونسل کے رفیقِ حیات تھے۔ بزم طلوع اسلام لندن کے اجلاس ''نالج ہاؤس'' میں ہوتے ہیں جو کہ انہیں کی ملکیت ہے۔ ادارہ طلوع اسلام محترمہ شمع احمد اور ان کے بچوں اور مرحوم کے دیگر اعزہ واقربا کے دکھ میں برابر کا شریک ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درس نظامی

مسلمانوں میں تصوف پھیلانے کی کوشش

ہمارا موجودہ دور جس قدر بے اطمینانی، تشدد اور ظلم و جور سے بھرا ہوا ہے۔ شاید اس سے قبل کم ہی ایسا ہوا ہو گا۔ اس بے چینی اور افراتفری کا کوئی ایک سبب نہیں ہے۔ اس کے بے شمار اسباب ہیں جن کی نشاندہی قرآن کریم نے بھی کر دی تھی لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے حالات نے انہیں بالکل دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ تشدد پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں۔ موجودہ حالات کے بگڑنے میں سب سے بڑا کردار اسرائیل کا قیام ہے۔ اسرائیل کے قیام سے پیشتر مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ خود مشرق وسطیٰ کے مسلمان ممالک میں یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رہائش پذیر تھے۔ قیام پاکستان کے وقت کراچی میں یہودیوں کی آبادی موجود تھی۔ یہاں ایک Synagug (جو یہودیوں کی عبادت ہوتا ہے) بھی موجود تھا۔ اور ان کے Cafe بھی موجود تھے۔ ساری دنیا میں یہودیوں کی کل آبادی تقریباً 2 کروڑ سے کم ہی ہے، اسی تناسب سے وہ کراچی میں مقیم تھے۔ مسلمان بھی مجموعی طور پر امن پسند تھے۔ مسلمان بادشاہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، یا فتوحات کی وجہ سے کوئی برا سلوک غیر مسلموں سے کیا ہو تو وہ الگ بات ہے، لیکن مسلمان بحیثیت مجموعی کبھی بھی تشدد پسند نہیں تھے۔ مسلمانوں کی موجودہ تمام تشدد پسند تنظیمیں آج کل کی سیاست کی پیداوار ہیں۔ ان کا مسلمانوں کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں کے حالات اس قدر برے نہ ہوتے، تو وہ اس درجہ تشدد پر نہ اتر آتے۔

افغانستان و عراق کے موجودہ حالات نے مسلمانوں کو مزید تشدد پسند بنایا ہے۔ یہ رسالہ چونکہ عملی سیاست سے تعرض نہیں کرتا، اس لئے اس مضمون میں سیاسی نوعیت کی کوئی گفتگو نہیں ہوگی۔ اس رسالہ کا مقصد تو موجودہ حالات پر قرآن کریم کی رو سے تبصرہ کرنا ہوتا ہے اور وہ تبصرہ اس مضمون میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مسلمانوں کے موجود تشدد پسند رجحانات کے باعث مغرب اور امریکہ ان سے خوف زدہ ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ ان زیادتیوں کا مداوا کریں جو مسلمانوں پر ہوئی ہیں، اس بات کی فکر میں ہیں کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ اختلافات پیدا کریں اور دوسرے یہ کہ ان کو فکری طور پر

بالکل بے حس کر دیں۔ مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے کی تاکید سیموئل ہنٹنگٹن S.Huntington نے' اپنے مضمون Clash of Civilization میں کی ہے۔ ان پروفیسر صاحب کا یہ مضمون امریکہ کی مشہور میگزین میں بین الاقوامی سطح پر طبع ہوا تھا۔ وہ مضمون اب بھی دستیاب ہے' جس کا دل چاہے اس کو پڑھ سکتا ہے' ہمارا ایک مضمون' اس مقالہ کے تعاقب میں طبع ہو چکا ہے' مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے کے علاوہ مغرب کی دوسری سوچی سمجھی سکیم یہ ہے کہ مسلمانوں میں تصوف کو فروغ دیا جائے۔ مغرب میں برابر' مسلسل اور متواتر تصوف کی مدح و تعریف میں بکثرت مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایک دن ایسا ہوتا ہو گا جس میں Printing Media یا Electronic Media میں ایسے مضمون نہ آ رہے ہوں' اخبارات کی اطلاع کے مطابق ہمارے ہاں پاکستان میں بھی بین الاقوامی تصوف کانفرنس یا اسی طرح کے اجتماعات منعقد کئے گئے ہیں۔ مغرب اور خود مسلمانوں میں بعض دانشور جو تصوف کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ ہوتی ہے کہ تصوف رواداری اور کشادہ دلی کو فروغ دیتا ہے اور ان حضرات کے خیال کے مطابق اگر مسلمانوں میں تصوف پھیل جائے تو وہ تشدد سے دست بردار ہو جائیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ خالص اسلام کی تعلیم تشدد پیدا کرتی ہے' اور اسلام کی وہ Aspect جو تصوف پر اصرار کرتی ہے وہ امن پیدا کرتی ہے۔

کیرن آرم سٹرونگ Karen Armstrong' تاریخ مذاہب کی بڑی مشہور سکالر ہیں۔ وہ بیس (20) کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ ان کا ایک مضمون ''امن کی آشا'' کے سلسلہ میں مشہور اخبار ''دی نیوز'' کی یکم جنوری 2011ء کی اشاعت میں طبع ہوا تھا جس میں انہوں نے صوفیوں اور ہندو مذہب کے Bhakts حضرات کی بہت تعریف کی ہے اور تصوف کو بہت سراہا ہے۔ وہ مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر موقع ملا تو اس کا ترجمہ پیش خدمت عالی کیا جائے گا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام امن پسندی پر کتنا زور دیتا ہے اور تصوف کس درجہ قرآن کے خلاف ہے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں تصوف کا کتنا کردار ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ (6:82)-

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملوث نہیں کیا انہیں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

قرآن کریم نے قیامِ امن کے لئے دو اجزاء ضروری قرار

دیئے ہیں۔ ایک تو اللہ پر ایمان اور دوسرے عدلِ اجتماعی۔ اگر خدا پر ایمان ایسا نہ ہو جس کی وضاحت آگے آتی ہے اور دوسرے یہ کہ عدالت اجتماعی کی جگہ ظلم وستم کا دور دورہ ہو تو ایسے معاشرے سے امن وامان ختم ہو جاتا ہے اور دنیا میں بدامنی کی مختلف صورتوں کو ختم کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود کبھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔

قرآن پر ایمان لانے کا عملی مفہوم یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ انسانی ذہن نے جس قدر نظامہائے حیات وضع کئے ہیں' ان تمام نظامہائے حیات سے وہ نظام بدرجہا بہتر ہے جو قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ قرآن کے نظامِ حیات کے علاوہ تمام نظامہائے حیات میں انسانیت پر ظلم ہوتا ہے اور قرآن کا نظام وہ واحد نظام ہے جو دنیا میں عدالت اجتماعی قائم کرتا ہے۔ اگر ساری دنیا میں عدل اجتماعی قائم ہو جائے اور ہر شخص کو انفرادی طور پر اور ہر قوم کو اجتماعی طور پر اس کے حقوق ملتے رہیں تو دنیا سے ظلم و جور اور تشدد کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

(1) قرآن کریم میں ارشاد عالی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (5:8)-

اے ایمان والو ہمیشہ عدل کے علم بردار بنو۔ اللہ کے لئے اس کی شہادت دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرسکو' عدل کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو' جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس سے باخبر ہے۔

مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ساری دنیا میں حق وعدل کے علم بردار بنیں۔ خود اپنے اندر اس کو قائم کریں اور اسی کی شہادت دنیا کے سامنے دیں۔ حق وعدل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کسی قوم کی دشمنی ہے' اس کے لئے تاکید کی گئی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی اور اس کا غلط سے غلط سلوک بھی مسلمانوں کو عدل وحق سے ہٹانے کا سبب نہ بن سکے۔ ایسا رویہ قائم کرنے میں سب سے بڑا محرک یہ ہے کہ دشمن قوم سے عدل کرنا ہی تقویٰ ہے اور تقویٰ ہی وہ چیز ہے جو سب سے بڑا اہم مقصدِ حیات ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں عدل پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ پہلے تو مسلمانوں کو عدل کا حکم دیا گیا کہ ہمیشہ خدا کے لئے قیام کرو اور عادلانہ نظام جاری کرو اس کے بعد انحراف کا بنیادی سبب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو سخت تاکید کی کہ قومی عداوتیں اور شخصی معاملات تمہیں عدل سے نہ روک سکیں کہ کہیں تم دوسروں کے حقوق تلف کرنے لگو' ضمناً آپ یہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ ہم عموماً اس شخص کو متقی سمجھتے ہیں جو

زیادہ سے زیادہ پرستش کرتا ہے لیکن قرآن کی رو سے تقویٰ کے مفہوم میں پرستش کا کوئی تصور موجود نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کے تو اولین فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ساری انسانیت کی نگرانی کریں۔ ساری دنیا کی ایک ایک قوم' اور ایک ایک ملک پر نظر رکھیں کہ کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اگر کسی ایک قوم یا ایک فرد کے ساتھ کوئی زیادتی ہو رہی ہے تو مسلمانوں کا بحیثیتِ مجموعی یہ فرض کفایہ ہے کہ وہ مظلوم کا ساتھ دیں' اور ظالم کا ہاتھ ظلم کرنے سے روک دیں۔ ان واضح احکامات کے ہوتے ہوئے بھلا مسلمان خود کیسے ظلم کر سکتے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہی نہیں جس سے کسی دوسرے شخص کو کسی طرح کا بھی نقصان پہنچے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّۃً وَسَطاً لِّتَکُونُواْ شُھَدَاء عَلَی النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَہِیْداً (2:143)-

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امتِ عادل بنایا تا کہ تم لوگوں پر نگران رہو' اور رسول (اور اس کے بعد اس کے جانشین) تم پر نگران رہیں۔

وَسَطٌ لفظ **وَلَدٌ** کی طرح مذکر' مونث' واحد' جمع سب کے لئے آتا ہے۔ تفسیر ماجدی میں مرقوم ہے کہ حدیث نبوی ﷺ میں **وَسَطٌ** کی تفسیر عدل سے آئی ہے **عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ امۃً وسطاً قال عدلاً** (ابن کثیر عن (احمد) ص 270)۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوم عدل و انصاف کے راستہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہٹے۔ یہ ایسی قوم ہو سکتی ہے جسے بین الاقوامی اور مرکزی پوزیشن حاصل ہو اور جو تمام دنیا بھر کی اقوام کے اعمال و افعال کی نگران ہو اور بین الاقوامی تنازعات کو عدل و انصاف سے حل کر سکے بالکل اسی مفہوم کو کہ مسلمان تمام دنیا کے نگران ہوں دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (57:25)-

اور ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان پر اپنی کتاب و میزان نازل کی تا کہ لوگ عدالت کے ساتھ ساتھ قیام کریں۔

(تفسیر نمونہ) انبیاء کرام کا اولین مقصد ''اقامۃ قسط'' ہوتا تھا' آیت سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کرام نہ صرف ''اقامۃ قسط'' کرتے تھے بلکہ وہ دوسرے انسانوں میں بھی قیام عدل کی تحریک پیدا کرتے تھے اسی لئے فرمایا ''لوگ انصاف کو بروئے کار لائیں۔'' قرآن کریم کے احکام اس طرح جاری کئے جائیں کہ مسلمان خود عدالت و انصاف جاری کرنے والے بن جائیں۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء

کرام کی بعثت کا مقصد محض وعظ ونصیحت کرنا نہیں تھا اور نہ ہی اللہ نے اپنی کتابیں تلاوت کے لئے نازل فرمائیں بلکہ ان دونوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ حق وعدل پر قائم رہنے والے اور اس کو قائم کرنے والے بنیں۔

اسلامی نظام کے سالانہ اجتماع کا نام حج ہے۔ ہمارے ہاں وہ نظام تو عرصہ ہوا کہ منقرض ہو گیا تاہم اس نظام کا سالانہ اجتماع اب بھی ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ نظام ہی نہ رہا تو اس کے سالانہ اجتماع کی بھی وہ پوزیشن باقی نہیں رہی اس کو بھی پرستش میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر اسلامی نظام جاری رہتا تو یہ ہی حج پھر **قیاماً للناس** کا وعدہ پورا کرتا۔ یعنی اجتماع حج کے سامنے وہ مطامح حاصل کرنے ہوتے ہیں جن سے پوری انسانیت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے اور جو اس نظام میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ جائے 3:96- نیز یہ کہ اس اجتماع میں ساری انسانیت کے منافع وفوائد پیش نگاہ ہوتے ہیں اور ساری انسانیت کو یہاں آنے کی دعوت دی جاتی ہے (22:27) تاکہ **لیشھدوا منافع لھم** 22:28' تمام اقوام عالم یہاں اس لئے آئیں تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ مسلمان ان کی منفعت کے لئے کیا سکیمیں تیار کر رہے ہیں کیونکہ یہ نظام ساری نوع انسانی کی پرورش کو پیش نگاہ رکھتا ہے۔ اس لئے وہ اقوام بھی اس نظام کی ثمر باریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اس کو اپنے ممالک میں بھی جاری کرنے کی کوشش کریں' یہ اجتماع اپنی نوعیت میں ساری انسانیت کو محیط ہوتا ہے مسلمان تو اس کے صرف داعی اور منتظم ومنصرم ہوتے ہیں۔ ایسی قوم جو ساری دنیا کی خدمت گذار ہو' وہ بھلا کس طرح تشدد پسند ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم امن پسندی پر اس قدر زور دیتا ہے کہ کوئی ایسا دشمن بھی جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہا ہو' اگر مسلمانوں کے پاس آ کر پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دے دو' انسانیت کا یہ تقاضہ ہے کہ چونکہ وہ ایک انسان کی حیثیت سے پناہ لینے کے لئے آیا ہے تو اس سے دشمنی اور عداوت کو بھول جاؤ اور اسے پناہ دے دو' اسے زبردستی مسلمان نہ بناؤ۔ اس کے سامنے قرآن کی تعلیم پیش کر دو' اگر وہ اس تعلیم کو قبول نہ کرے اور واپس اپنے مقام پر جانا چاہے تو اسے اپنی حفاظت میں اسی جگہ چھوڑ آؤ جہاں بھی اسے مکمل امن ملتا ہو۔ **وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ** (9:6)- (ترجمہ) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ کلام اللہ کو سن لے' پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دو یہ اس لئے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ آپ خود اندازہ فرما لیں کہ اسلام کس قدر مذہبی آزادی پر زور دیتا ہے' یہ غیر مسلم بالکل مسلمانوں کے رحم وکرم پر تھا' اسے زبردستی مسلمان بنایا جا سکتا تھا' لیکن یہ قرآن کی رواداری

کے خلاف تھا اس کے متعلق یہی کہا کہ اسے قرآن سناؤ اور اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو اس کی پناہ گاہ تک خود چھوڑ کر آؤ۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ (22:40)-

اور اگر اللہ بعض کے ذریعے بعض کو مغلوب نہ کرے' تو دیر' گرجے' عبادت خانے اور مساجد کہ جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے' ویران کر دیئے جاتے اور اللہ تو ان کی مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔

قرآن کریم ہر مذہب کے لوگوں کو پرستش کی اجازت دیتا ہے' خواہ وہ مذہب باطل ہی کیوں نہ ہو۔ سب لوگوں کو اپنی پرستش گاہوں سے محبت ہوتی ہے اسی لئے قرآن کریم کے نظام میں مسلمانوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس نظام میں کسی کو زبردستی مسلمان بنانا بالکل ممنوع ہے۔ کوئی مذہب بھی ایسی کشادہ دلی کا تصور پیش نہیں کرتا جو قرآن نے پیش کیا ہے کہ اس میں خدا خود لوگوں کی پرستش گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے سر لیتا ہے' جس طریق پرستش کو وہ باطل قرار دے رہا ہے' جن عبادت گاہوں کو وہ باطل قرار دے رہا ہے' جن معبودوں کو وہ باطل قرار دے رہا ہے' اگر ان کو بھی کوئی ڈھانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے' تو اسلامی نظام ان کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔

قرآن کریم میں بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں فساد کی سخت مذمت کی گئی ہے اور فساد پیدا کرنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ قرآن تو ہر جگہ سلامتی ہی سلامتی کا خواہاں ہے:

قَدْ جَاءكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ O يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ (5:15)-

اب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور ایک واضح کرنے والی کتاب آ گئی ہے اس کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں' سلامتی کی راہیں دکھا رہا ہے۔

یہ اس کتاب کا مقصد بیان ہو رہا ہے کہ اللہ نے یہ کتاب اس لئے اتاری ہے کہ اگر تم اس پر ایمان لائے تو یہ جنگ وجدل کے راستے سے نکال کر تمہیں امن و سلامتی کی راہ پر ڈال دے گی۔ اس کتاب کا بتایا ہوا راستہ انسانیت کو اس منزل تک لے جاتا ہے جسے دارالسلام کہا جاتا ہے:

لَهُمْ دَارُ السَّلاَمِ عِندَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (6:127)-

(ترجمہ) ان کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے امن وامان کا گھر ہوگا اور اللہ ہی ان کا مددگار ہے' ان کے نیک اعمال کی وجہ سے جو وہ سرانجام دیتے ہیں۔

جو قوم بھی قرآن کریم کے مطابق اعمال سرانجام دے گی' ان کے ان اعمال کا نتیجہ میں ایسے معاشرہ کا قیام عمل میں آئے گا جس میں امن وسلامتی ہی ہوگی۔ اس معاشرے میں نہ جنگ ہوگی اور نہ خونریزی ہوگی۔

سورۂ یونس میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو دنیا کو اپنا نصب العین بنالیں اور مستقبل کی کوئی فکر نہ کریں۔ ان کی یہ روش بالآخر تباہی پر پہنچا دیتی ہے۔ ان کے اس تذکرہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلاَمِ وَيَهْدِي مَن يَشَاء إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (10:25)-

(ترجمہ) دعوتِ خداوندی پر عمل کرنے کا نتیجہ ہر طرف تباہی سے سلامتی اور بربادی سے امن و سکون حاصل ہونا ہے۔

یہ وہ روش زندگی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا قانون ہر شخص کی راہنمائی کرتا ہے۔

قرآنِ کریم کی رو سے انسان کی زندگی کا مقصد نفس انسانی کی نشوونما کرنا اور صفات خداوندی کو اپنے میں منعکس کرنا ہوتا ہے۔ جو شخص بھی جس قدر صفات خداوندی کے مطابق عمل کرے گا' اس کے نفس میں اسی قدر بالیدگی و نشوونما ہوگی' اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتی میں دو اسماء صفاتی السلام اور المومن بھی ہیں' ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے میں سلامتی اور امن کی صفات کو اجاگر اور بیدار کرے' مسلمان تو ہر حال میں سلامتی اور امن کا پیکر اور اس کا علمبردار ہوتا ہے۔ یہ تو مسلمان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ کسی دوسرے شخص کو اس سے نقصان یا تکلیف پہنچے اور جو شخص سلامتی کا علمبردار نہیں' وہ قرآنی مسلمان نہیں ہوسکتا' وہ صرف پیدائشی مسلمان ہوسکتا ہے۔

یہاں تک آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام مسلمانوں کے لئے پرامن رہنے کے علاوہ اور کوئی راستہ چھوڑتا ہی نہیں۔ دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے کے لئے' اپنی روزمرہ کی زندگی میں قرآن کا اتباع ضروری ہے اور یہ صرف اس معاشرہ میں ہوسکتا ہے جو قرآنی مملکت قائم کرتی ہے۔ اس کے لئے تصوف کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور مغربی اقوام یا ہمارے لبرل حضرات کا یہ خیال کہ مسلمانوں کو امن پسند بنانے کے لئے ان میں تصوف کو فروغ دیا جائے' درست نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ کسی طرح اسلامی (قرآنی) حکومت قائم کر دی جائے' تو لوگوں کو اندازہ ہو کہ اسلامی مملکت کس درجہ

امن وسلامتی کا گہوارہ ہوتی ہے اور اس میں لوگ فوج در فوج داخل ہوتے ہیں (110:2)۔

جہاں تک تصوف کا تعلق ہے تو یہ بات واضح رہے کہ تصوف قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ یہ تصوف ہی ہے جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہے۔ تصوف چونکہ انفرادی نجات کا قائل ہے اس لئے اس میں کسی بھی نظام کا تصور راہ نہیں پا سکتا۔ ہمارے ہاں تصوف کو فروغ ہی اس لئے ہوا کہ نہ تو اسلامی نظام ہی جاری رہا ہے اور نہ ہی اس کا تصور باقی رہا۔ ہمارے اس دور میں جب کہ تحریک طلوع نے دین کا تصور نکھار کے واضح کر دیا ہے اور اس تصوف کو عام کرنے میں کوشاں ہے۔ تصوف کی حقیقت کو سمجھ لینا آسان ہو گیا ہے' تصوف اور نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں' تصوف انفرادی نجات کا قائل ہے جبکہ دین میں اجتماعی اطاعت ہوتی ہے۔ آپ ایک وقت میں دو کشتیوں میں سوار نہیں ہو سکتے۔

تصوف یا پرستش کا انحصار روح کے غلط تصور پر ہے۔ تصوف کا سارا مقصود و منتہیٰ روح کا تزکیہ ہے' لیکن قرآن کریم کی رو سے روحِ انسانی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ یہ تصور صرف احادیث کے ذریعہ برآمد ہوا ہے۔ ان میں سے چند احادیث پیش خدمت کی جاتی ہیں۔

(1) ترمذی شریف نے اس حدیث کو حضرت ابو درداء کی روایت سے اس طرح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے آدم کو جس وقت پیدا کیا تو ان کے دائیں شانہ پر ہاتھ پھیرا جس سے چھوٹی چیونٹیوں کی طرح ان کی ساری گوری نسل نکل پڑی اور بائیں شانہ پر ہاتھ پھیرا تو کوئلہ کی طرح سیاہ نسل نکل پڑی۔ دائیں طرف والوں کے متعلق اللہ نے فرمایا یہ جنت کی طرف جانے والے ہیں اور مجھے ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں اور بائیں شانے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ دوزخ کی طرف جانے والے ہیں مجھے ان کی نافرمانی کی پرواہ نہیں۔ (تفسیر مظہری' جلد 4-3' صفحہ 284)۔

(2) حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے اس آیت 7:172' کا مطلب دریافت فرمایا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر اپنا دستِ قدرت پھیرا جس کی وجہ سے آپ کی ہونے والی ساری اولاد ظاہر ہو گی۔

(3) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب پیدا کیا اللہ نے آدم کو تو ہاتھ پھیرا اس کی پشت پر' پس گریں اس کی پشت سے ارواح جن کا خالق اللہ ہے' آدم کی اولاد سے قیامت کے دن تک۔

اسی طرح کی اور احادیث بھی ہیں جن سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یثاق کے روز کروڑوں روحیں پیدا کر لی تھیں اور جب اب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو ان کروڑوں روحوں میں سے ایک روح اس بچے کے جسم میں ڈال دی جاتی ہے اور جب وہ بچہ عمر گذار کر فوت ہوتا ہے تو یہ روح اس کے جسم سے نکل جاتی ہے۔ روح کا جو یہ نظریہ بیان کیا جاتا ہے یہ انفرادی پرستش' نجات' تصوف' ایصال ثواب' خانقاہیت' رہبانیت' وسیلہ' قرب خداوندی' الہام وغیرہ قسم کے عقائد کو جنم دیتا ہے اور یہی سارے نظریات مسلمانوں کے زوال کا باعث اور دین کے قیام میں رکاوٹ بنے ہوئے کھڑے ہیں۔

روح کے متعلق جو نظریہ ان احادیث میں بیان کیا گیا ہے بالکل غلط ہے۔ احادیث میں بیان کردہ یہ نظریہ کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد رحم مادر میں روح ڈالی جاتی ہے بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ انسانی جنین مردہ ہوتا ہی نہیں کہ اس میں چار ماہ بعد روح ڈالی جائے۔ انسانی جنین شروع سے ہی زندہ ہوتا ہے۔ نر و مادہ سے خارج شدہ مادۂ تولید (نطفہ) خود زندہ ہوتا ہے۔ اس میں روح ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر قرآن کریم نے کئی مقامات پر جنین کی مختلف Stages کو بیان فرمایا ہے کہ رحم مادر میں نطفہ علقہ سے مضغہ' ہڈیاں' پھر ہڈیوں پر گوشت پھر آخر میں انسانی بچہ کی شکل بنتی ہے 23:14' اس مضمون کو قرآن کریم نے کئی بار دہرایا ہے۔ لیکن کسی ایک جگہ بھی ادخال روح کا تذکرہ نہیں ہے۔ اگر یہ مزعومہ روح بھی جنین میں داخل کی جاتی' تو یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم اتنی بات کو Miss کر جائے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کو جو جوہر و صلاحیت عطا ہوئی ہے اس کو قرآن کریم نے نفس کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی نشوونما اور وظائف نہیں بلکہ مستقل اقدار پر عمل کرنے سے ہوتی ہے جو صرف اسلامی معاشرہ میں ہی ممکن ہے۔ اس میں انفرادی نجات کا تصور راہ نہیں پا سکتا' اگر آپ نفس کا قرآنی تصور تسلیم کر لیں ﴾ تو روح' روحانیت اور تصوف کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔

تصوف کا دوسرا خلاف قرآن عقیدہ یہ ہے کہ تصوف کائنات کا حقیقی وجود تسلیم ہی نہیں کرتا' اس کے نزدیک یہ خارجی کائنات محض ایک نظر کا دھوکا ہے اس کے نزدیک حقیقی کائنات عالم امثال میں ہے۔ جو کہیں عالم بالا میں موجود ہے اور ہماری یہ دنیا اس کا ایک پرتو ہے۔

کلما فی الکون وھم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال

(ترجمہ) دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ صرف وہم اور خیال ہے یا وہ آئینہ کا عکس ہے۔ اور یا محض سایہ ہے۔ ہماری ساری شاعری اس نظریہ کی داعی ہے۔

تصوف کا یہی وہ بنیادی نظریہ ہے جس سے اس کے ماننے والوں میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں رہتی اور نہ سائنسی علوم ان کے لئے کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔

حالانکہ قرآن کریم نے اس بات پر بڑا اصرار کیا ہے کہ یہ کائنات بالحق پیدا کی گئی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالاَرْضَ بِالْحَقِّ (6:73)-

اللہ وہ ہے جس نے زمین وآسمان کو بالحق پیدا کیا ہے۔

اسی مضمون کو مزید موکد کرنے کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنَ النَّارِ (38:27)-

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہو بیٹھے ہیں۔تو جو لوگ دوزخ کے منکر ہیں ان پر افسوس ہے۔

جو لوگ کائنات کے وجود کو حقیقی نہیں مانتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ کائنات کسی خاص مقصد کے ماتحت تخلیق کی گئی ہے بلکہ اس کا وجود ہی باطل سمجھتے ہیں' قرآن کی رو سے وہ کافر ہیں' لیکن افسوس کہ تصوف کا بنیادی عقیدہ ہی یہ ہے کہ کائنات کا کوئی حقیقی وجود ہی نہیں ہے۔

یہ مضمون طویل ہو گیا ہے۔ تصوف کا موضوع ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے' اس لئے آئندہ تصوف پر ایک جامع مضمون پیشِ خدمت عالی کیا جائے گا۔ اس وقت ہماری طرف سے یہی کچھ پیشِ خدمت عالی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

سانحہ ہائے ارتحال

طلوعِ اسلام ٹرسٹ کی ایگزیکٹو ہیڈ محترمہ زاہدہ درانی صاحبہ کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے۔ ادارہ محترمہ ڈاکٹر زاہدہ درانی صاحبہ اور مرحومہ کے دیگر اعزہ واقربا اور پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بزمِ طلوعِ اسلام چک جُھمرہ کے رُکن رانا محمد صدیق ساکن چک نمبر 186/R.B' 21 اپریل کو وفات پا گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ مرحوم کے پس ماندگان اور اعزہ واقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

نمائندہ بزم طلوعِ اسلام صوابی بابو اسرار اللہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ ادارہ مرحوم کے اعزہ واقرباء' پس ماندگان اور بزمِ صوابی کے احباب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقطۂ نظر

از آہر از ہری

قرآن' طلاق اور حلالہ؟

قارئین کرام! درج بالا عنوان کے تحت زیرِ نظر تحریر کے چند محرکات یہ ہیں:

1- پہلا محرک: روزنامہ ایکسپریس لاہور کی اشاعت مورخہ 25 دسمبر 2010ء میں شائع شدہ ایک خبر جس کا عنوان ہے' ''کراچی کی مطلقہ نے حلالہ کے بغیر پہلے شوہر سے نکاح کر لیا''۔ تفصیلات میں درج ہے کہ ٹی وی ایکسپریس چینل کے پروگرام ''فرنٹ لائن'' میں کراچی کی ایک خاتون کے بارے میں مختلف مسلک اور مکتب فکر کے مذہبی علماء کے سامنے ایک معاملہ پیش کر کے ان سے رائے طلب کی گئی۔ مسئلہ یہ تھا کہ کراچی کی ایک خاتون کے اپنے بیان کے مطابق اس کی شادی 2004ء میں ہوئی۔ شادی سے پہلے وہ ایک بینک میں ملازمت کرتی تھی۔ شادی کے بعد اس نے شوہر سے دوبارہ ملازمت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس بات پر اکثر اس کی اپنے خاوند سے تکرار رہنے لگی۔ 2007ء میں شوہر و بیوی کے درمیان طلاق ہوگئی۔ اس دوران ان کے ہاں دو بچوں کی ولادت بھی ہو چکی تھی۔

نومبر 2010ء میں مطلقہ خاتون اور اس کے سابق شوہر نے طلاق سے رجوع کر کے دوبارہ شوہر و بیوی کی حیثیت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ شوہر مسئلہ کی وضاحت اور تفصیلات جاننے کے لئے کسی مفتی کے پاس گئے۔ مفتی نے بتایا کہ طلاق مؤثر ہو چکی اور اب حلالہ کے بغیر دوبارہ رشتہ ازدواج قائم کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ حلالہ کے لئے مفتی صاحب نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ یہ بات سن کر مطلقہ خاتون کے سابق شوہر ٹپٹا گئے چنانچہ انہوں نے سابقہ بیوی کے ساتھ باہمی مشورہ کر کے آپس کی رضامندی سے حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح کر لیا اور رشتہ ازدواج میں بندھ گئے۔

ٹی وی کے مباحثہ میں حصہ لینے والے مذہبی علماء میں حافظ کاظم رضا نقوی' علامہ دلشاد احمد فیضی اور مفتی عبدالقوی صاحبان شامل تھے اور سب کی متفقہ رائے میں زیرِ بحث طلاق بحیثیت مغلظہ مؤثر ہو چکی تھی اور حلالہ کے بغیر مذکورہ شوہر اور بیوی کا نکاح ناجائز تھا۔ مفتی عبدالقوی صاحب نے روایتی مفتیانہ انداز میں یہ فتویٰ بھی صادر فرما

دیا کہ یہ نکاح گناہ کبیرہ ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہوگی۔

توضیح: آگے بڑھنے سے پہلے ہم چند باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ نہ صرف مذکورہ بالا معاملہ بلکہ آگے پیش کئے جانے والے مضامین اور بیانات کے سلسلہ میں بھی ان قارئین کے ذہن صاف ہو جائیں جن کی اس موضوع پر معلومات محدود ہیں۔

مذہبی علماء اکثر اپنی تحریر اور تقریر میں عموماً جو الفاظ اور اصطلاحات استعمال کرتے ہیں ان میں ایک کثیر تعداد ایسی باتوں کی ہوتی ہے جن کا دین وشریعت کے اصل ماخذ یعنی قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان کی بنیاد غیر قرآنی ماخذ ہوتے ہیں۔ بھاری بھرکم لیکن غیر مانوس الفاظ سے مرعوب ہو کر لوگ انہیں دین وشریعت کا حصہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ قرآن نے طلاق کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے صرف طلاق کے درجات کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے یعنی ایک بار کی طلاق کو طلاق کا پہلا درجہ اور دوسری بار طلاق کو طلاق کا دوسرا درجہ قرار دینا ممکن ہے۔ طلاق کو **رَجعی**' **بائِنْ** اور **مُغَلَّظَہ** کے الفاظ سے منسوب کرنا صرف فقہی اصطلاحات ہیں۔ قرآن نے انہیں بیان نہیں کیا۔ گناہ کے ساتھ صغیرہ اور کبیرہ کے الفاظ شامل کرنا بھی فقہا کے ہاں رائج ہے۔ قرآن میں اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔

طلاق کا مطلب ہے شوہر کا بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دینا۔ بیوی اگر خود نکاح کے بندھن سے آزاد ہونا چاہے تو وہ بھی ایک خاص طریقہ کار اختیار کر کے ایسا کر سکتی ہے۔ اس عمل کو عرف عام میں خُلَع لینا کہا جاتا ہے۔ جس طرح طلاق دینا مرد کا شرعی حق ہے اسی طرح طلاق لینا عورت کا شرعی حق ہے۔ (2:228)-

حلالہ: حلالہ ایک غیر قرآنی اور غیر شرعی اصطلاح ہے جس کا تعلق تفسیر کے بیانات' حدیث کی روایات اور فقہ کے احکامات سے ہے اور اس کا جو مفہوم بیان کیا جاتا ہے وہ ہے ایک رات کا نکاح یعنی اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو بہ یک وقت یا الگ الگ اوقات میں تین طلاقیں دے دے اور اس کے بعد کسی وجہ سے دوبارہ اسے اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو لازم ہے کہ طلاق یافتہ عورت پہلے کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اور پھر وہ مرد یعنی نیا شوہر ایک رات اس کو اپنے ساتھ رکھ کر خلوت واختلاط کے بعد دوسرے روز اسے طلاق دے دے۔ پھر اگر سابقہ شوہر اور مطلقہ خاتون دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو نئے سرے سے نکاح کر کے رشتہ ازدواج میں بندھ سکتے ہیں۔

حلالہ کا یہ عمل جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی قطعاً غیر قرآنی' غیر شرعی' غیر اخلاقی' حد درجہ شرمناک اور صریحاً حرامکاری کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس کو ''حلالہ'' کے بجائے ''حرامہ'' کہنا زیادہ موزوں اور قرین قیاس ہے۔ جو لوگ یہ عمل انجام دیتے ہیں وہ بلاشک وشبہ زنا کے مرتکب

ہیں۔ آج تک کسی نے یہ نہیں بتایا کہ مُحَلِّل (حلالہ کرنے والے) کے ساتھ ایک بار اختلاط کرنے کی صورت میں اگر عورت حاملہ ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی کیا حیثیت ہوگی۔ مروجہ حلالہ کے بعد جب سابق شوہر مطلقہ خاتون کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لے گا تو اسے اس بات کا علم ہی نہیں ہوگا کہ خاتون حاملہ ہوچکی ہے۔ اس حمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو وہ اپنی سمجھے گا جب کہ حقیقت میں نوزائیدہ بچہ حلالہ کرنے والے **یک شبی** شوہر کا ہو گا۔ حلالہ کا نظریہ قبول کرنے والے ہر شخص پر اس بات کا جواب دینا واجب ہے۔

تبصرہ: ایکسپریس چینل کے مذکورہ بالا مباحثہ کی تفصیلات کو ذہن میں رکھ کر غور کیا جائے تو بہت سی باتیں جواب طلب محسوس ہوتی ہیں مثلاً:

(1) مباحثہ میں حصہ لینے والے کسی شخص نے خاتون سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ان کے شوہر نے کس طریقہ سے انہیں طلاق دی۔ تمام مذہبی علماء نے صرف تین طلاق کا ذکر سن کر اسے مغلظہ فرض کر کے مؤثر قرار دے دیا۔ مفتی عبدالقوی صاحب نے مکرر نہ صرف طلاق کے وقوع کا اعلان کیا بلکہ بغیر حلالہ کے باہمی مرضی سے نکاح کرنے والے زوجین کی آئندہ ہونے والی اولاد کو بھی ناجائز قرار دے دیا۔ بے گناہ اولاد کا ماں باپ کے عمل میں نہ کوئی کردار، نہ حصہ اور نہ ذمہ داری۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما رکھا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (2:141)-

ان کو وہ (ملے گا) جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا۔ جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پُرسش تم سے نہیں ہوگی۔

خاتون کے بیان کے مطابق اسی شوہر سے ان کے دو بچے پہلے سے موجود تھے۔ کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ ایک ہی مرد کے صُلب اور عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی کچھ اولاد کو جائز اور کچھ کو ناجائز قرار دے دیا جائے۔

(2) اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا کہ شوہر کے طلاق دینے کے بعد مطلقہ خاتون نے علیحدہ رہائش اختیار کی یا ساتھ ہی رہتی رہی۔ بچے کس کے ساتھ رہے اور ان کی کفالت کون کرتا رہا۔ بقول خاتون بینک کی ملازمت پر اصرار طلاق کا سبب بنا تھا۔ طلاق کے بعد خاتون نے بینک کی ملازمت اختیار کی یا نہیں۔ زوجین کے عزیز واقارب کو ان تمام باتوں کا کس حد تک علم تھا۔ دوبارہ نکاح کس نے پڑھایا اور کیا نکاح پڑھانے والے کو معاملہ کی تمام تفصیلات کا علم تھا وغیرہ وغیرہ۔ تمام جزئیات کو جانے بغیر طلاق کو مغلظہ قرار دے کر اس کے مؤثر ہونے کا فتویٰ صادر کر دینا صرف مفتیانہ شوق کی تکمیل تو کہا جا سکتا ہے، قابل قبول فیصلہ نہیں۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنی تعلیمات کے مطابق شرعی طریقہ کار سے طلاق نہیں دی گئی تو صرف زبان سے یا تحریری طور پر تین بار یا تین بار نہیں بلکہ تین سو بار بھی طلاق کے لفظ کی تکرار کی جائے تو ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ زیر بحث معاملہ کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان کی بنیاد پر خاتون کو طلاق واقع ہی نہیں ہوئی اس لئے اسے مطلقہ قرار دینا ہی غلط ہے۔ ان شوہر و بیوی کا دوبارہ نکاح کرنا محض کم علمی اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ شوہر و بیوی کی حیثیت سے ان دونوں کا باہمی رشتہ نہ کبھی ختم ہوا اور نہ دوبارہ قائم۔ دونوں جس طرح پہلے شوہر و بیوی تھے اسی طرح اب بھی ہیں۔ دونوں اگر دوبارہ نکاح نہ کرتے تب بھی اپنے پہلے نکاح کی بنیاد پر حسب معمول شوہر و بیوی ہی تھے۔ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے خاتون کو حلالہ کے نام پر مفتی صاحب کی حرام کاری سے بچالیا۔

-2 دوسرا محرک: روزنامہ ایکسپریس ملتان کی اشاعت مورخہ 23 فروری 2011ء میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کے مطابق فروکہ کے رہائشی خان محمد نے اپریل 2010ء میں اپنی بیوی شازیہ کو طلاق دے دی۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے دوبارہ شادی کے لئے حلالہ کی غرض سے اپنے دوست عالمگیر کو بلوایا اور بیوی سے زبردستی حلالہ کرایا۔ جب اس بات کی اطلاع شازیہ کے بھائی شمشیر علی کو ہوئی تو اس نے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو درخواست دی۔ عدالت نے بیلف کو کاروائی کا حکم دیا جس پر بیلف نے 18 اکتوبر 2010ء کو چھاپہ مار کر خان محمد کو گرفتار کر لیا جبکہ عالمگیر موقع سے فرار ہو گیا۔ گزشتہ روز ملزم عالمگیر ایڈیشنل سیشن جج ضیاء اللہ خاں نیازی کی عدالت میں ضمانت کے لئے پیش ہوا تاہم عدالت نے درخواست ضمانت خارج کرتے ہوئے اسے جیل بھجوادیا۔

-3 تیسرا محرک: 2010ء میں پاکستان کے مقبول ٹی وی چینل ''جیو'' پر دو ڈرامہ سیریل پیش کئے گئے اور دونوں کا مرکزی خیال (Theme) مروجہ مذہبی ''حلالہ'' تھا۔ ڈرامہ لکھنے والے خواتین و حضرات صرف کہانی نویس ہوتے ہیں۔ دین کو تو چھوڑیئے مذہب کے بارے میں بھی ان کی معلومات بس واجبی سی ہوتی ہیں۔ مسلم معاشرہ میں غالب ترین اکثریت کو دین اور مذہب کے درمیان فرق کا علم نہیں ہے اور یہاں دین کے بجائے مذہب کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ڈرامہ نگاروں اور کہانی نویسوں کو اس معاملہ میں زیادہ موردالزام قرار نہیں دیا جا سکتا کہ بہرحال وہ بھی اس معاشرہ کا حصہ ہیں جس میں مسلکی اور مکتبی طرز فکر رکھنے والوں کی حکمرانی ہے۔ ان مذہبی حکمرانوں کی نظر میں پھلوں کے گودے اور مغز کے بجائے اس کے چھلکوں اور گٹھلی ہی کو اہمیت حاصل ہے چنانچہ یہ حضرات بے روح اعمال پر خود عمل کرتے ہیں اور اپنے عقیدتمندوں کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین کرتے

رہتے ہیں۔

4- چوتھا محرک: ماہنامہ طلوع اسلام لاہور کی اشاعت ماہ اگست 2010ء کے صفحہ 48 پر ''حلالہ'' کے حوالے سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں اسی مجلّہ کی اشاعت ستمبر 2006ء میں اسی عنوان سے شائع ہونے والے ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ دوران تنقید فاضل مضمون نگار نے چند ایسے نکات پیدا کئے ہیں جو حقائق' انسانی عقل وشعور اور خود قرآن کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتے۔فرماتے ہیں:

(1) ''حلالہ کے تصور میں نکاح میں لازماً ہم بستری کی شرط کی شمولیت ہی قرآن کے منافی ہے۔'' (طلوع اسلام' اگست 2010ء' صفحہ 55' کالم 2)

(2) ''ایسے نکاح سے جس کا مقصود محض جذبہ شہوانی کی لازمی تسکین ہونا ہو' قرآن کریم کی رو سے نکاح کے تصور میں جگہ نہیں پاتی۔'' (ایضاً صفحہ 56' کالم 1)

(3) ''اس کی مزید وضاحت قرآن کریم نے سورہ الاحزاب کی آیت 45 میں کی ہے۔

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ اَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا (33:49)-

اور پھر انہیں طلاق دے دو' قبل اس کے کہ تم نے انہیں چھوا ہو' تو تمہارے لئے ضروری نہیں کہ تم ان کی عدت شمار کرو۔

اس میں نکاح کی صورت میں لازماً ہم بستری کی تو دور کی بات ہے' یہاں تو وضاحت ملتی ہے کہ نکاح اور اس کے بعد طلاق بغیر چھوئے بھی ہوسکتی ہے۔نکاح کو زنا پر محمول کرنا زنا کاری ہی کی دعوت دینا ہے۔(ایضاً صفحہ 56' کالم 1)۔

تبصرہ: مذکورہ نکات سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ مضمون نگار موصوف حلالہ کے تصور کے تو قائل ہیں لیکن اس صورت میں کہ نیا شوہر حلالہ کی غرض سے نکاح میں آنے والی خاتون کو چھوئے بغیر طلاق دے دے۔اپنے نظریہ کی تائید میں انہوں نے سورۃ الاحزاب 33 کی آیت 49 سے استشہاد کیا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ بغیر چھوئے بھی عورت کو طلاق دے سکتا ہے لیکن اس قسم کی طلاق کا شمار مستثنیات میں ہوتا ہے اور مستثنیات والے معاملات پر عمومی فیصلے نہیں کئے جاتے۔ بغیر چھوئے طلاق دینے والے واقعات بھی شاذ و نادر مخصوص حالات میں پیش آتے ہیں۔ جب حلالہ کا تصور ہی سراسر غیر قرآنی اور خلاف شریعت ہے تو اس کام کے لئے سازشی نکاح کرنا بھی بلا جواز اور نا قابل قبول ہے۔خواہ اس کے نتیجہ میں عورت کو بغیر چھوئے ہی طلاق کیوں نہ دے دی جائے۔

نکاح ہمیشہ ایک ایسے مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے جن کا پہلے سے میاں بیوی کا رشتہ نہ ہو۔ عورت اور مرد کے درمیان نکاح کے ذریعہ رشتہ قائم کرنے کی اصل غرض و غایت توالد و تناسل کا سلسلہ جاری کرنا ہے اور نسل انسانی کی افزائش بغیر شہوانی جذبہ کی تسکین کے روبہ عمل نہیں ہوتی۔ اگر محض ذہنی اور جسمانی لذت کو بنیاد بنا کر دیکھا جائے تو سفاح (زنا) اور نکاح میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ جسمانی قربت اور جنسی اختلاط کی کیفیت دونوں میں یکساں طور پر موجود ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سفاح کو ممنوع اور نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ یکسانیت کے باوجود ایک ہی فعل کو بہ یک وقت ممنوع اور جائز قرار دینے کا سبب اس کے نتائج، عواقب اور عورت و مرد کی زندگی سے تعلق رکھنے والے دیگر متعلقات و عوامل ہیں جنہوں نے سفاح اور نکاح کو متضاد بنا دیا ہے۔

روزنامہ جنگ کراچی بروز ہفتہ مورخہ 19 مارچ 2011ء میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا عنوان ہے ''قطر: دولہا نے نکاح کے نصف گھنٹہ بعد شادی ہال میں دلہن کو طلاق دے دی۔'' خبر کی تفصیل میں درج ہے کہ قطر کے شہر دوحہ میں محمد رمضان نام کے شخص کی مریم نام کی خاتون سے شادی ہوئی۔ حاضرین ابھی شادی ہال ہی میں موجود تھے کہ نکاح کے فوراً بعد دلہن ہال کے ایک کمرہ میں گئی اور شادی کا جوڑا اتار کر عام کپڑوں میں ملبوس ہونے کے بعد ہال میں واپس آ گئی۔ دولہا کی والدہ اور بہن نے وجہ پوچھی تو دلہن نے بتایا کہ میں اس شادی کے لئے راضی نہ تھی کیونکہ میں کسی اور سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ ماں باپ کے اصرار پر میں اس شادی کے لئے تیار ہوگئی۔ اب میں آپ کے بیٹے کی نام کی بیوی رہوں گی۔ جب ان باتوں کا پتہ دولہا کو چلا تو اس نے بھرے ہال میں دلہن کو بلا کر طلاق دے دی۔

قرآن کی سورۃ احزاب 33 کی آیت 49 میں بغیر چھوئے دی جانے والی جس طلاق کی اجازت دی گئی ہے اس کا مصداق اخبار کی منقولہ بالا خبر ہے۔ حلالہ کے غیر شرعی معاملہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

5- پانچواں محرک: ماہنامہ صوت الحق کراچی کے شمارہ ماہ اپریل 2011ء کے صفحہ 22 پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''حلالہ'' قرآن کریم کے خلاف ہے۔'' اس مضمون کے اندر بہت سے نکات محلِ نظر ہیں کیونکہ ان کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کے بیانات میں صاحب مضمون نے کچھ ایسی باتیں خلط ملط کر دی ہیں جو اللہ کی کتاب کے مفہوم و منشاء کے خلاف ہیں۔ مثلاً:

(1) طلاق کے قرآنی طریقہ کا ذکر کرتے ہوئے طلاق کے خواہاں جوڑے کو عدالت سے رجوع کرنے کی بات کی گئی ہے جو ایک ثالث مرد کے کنبہ کا اور ایک بیوی کے کنبہ کا مقرر کرے گی جو میاں بیوی کے درمیان صلح

کرانے کی کوشش کریں گے اور ناکامی کی صورت میں عدالت کو مطلع کریں گے اور عدالت زوجین کے حق میں طلاق کا حکم جاری کردے گی۔ عدالت کی طرف سے طلاق نامہ ملنے کے بعد عورت عدت شروع کرے گی اور عدت کے دوران اسی گھر میں رہے گی۔ ''یہ پہلی طلاق ہوئی اور اسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔'' اس طلاق کے بعد اگر زوجین کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو ''شوہر کو حق ہے کہ وہ عورت سے نکاح کے پورے طریقہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے اور یہ جوڑا پھر ساتھ رہنے لگے۔'' (صفحہ 22-23)۔

تبصرہ: قرآن نے زوجین میں صلح صفائی کے لئے صرف دو ثالث مقرر کرنے کی بات کی تھی لیکن مضمون نگار معاملہ کو عدالت میں بھیجنے کو تیار ہیں حالانکہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام جیسا ہے سب کو معلوم ہے۔ ہزاروں مقدمات برسوں غیرضروری طور پر لٹکے رہتے ہیں اور تاریخوں پر تاریخیں لگتی رہتی ہیں۔ طلاق کے معاملہ میں تو عورت کی ایک نہیں بلکہ کتنی ہی عدتیں گزر جائیں گی تب بھی شاید عدالت کی طرف سے طلاق نامہ نہ مل سکے گا۔

اور رجوع کرنے کی صورت میں شوہر کو عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی بات قرآن میں کہاں کہی گئی ہے؟ ایک طلاق کے بعد عورت کو عدت گزارنے کا حکم ہے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا تو دوبارہ نکاح کرنے کی کیا تک ہے؟ مضمون نگار موصوف کے نزدیک ہر بار طلاق کی عدت گزارنے کے بعد زوجین کو نئے سرے سے دوبارہ نکاح کرنا لازم ہوگا۔ اسے قرآن کے احکام میں پیوندکاری ہی کہا جا سکتا ہے۔ موصوف نے آگے تین مرتبہ نکاح اور تیسری طلاق کا ذکر بھی کیا ہے جو سراسر غیرقرآنی اور غیر شرعی ہیں۔

فاضل مضمون نگار کی بحث کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تیسری طلاق (؟؟) دینے کے بعد مطلقہ اس شوہر کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور وہ شوہر بھی اسے طلاق دے دے۔ اپنے نظریہ کی تائید میں وہ قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

فَاِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَاِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَن يَتَرَاجَعَا اِن ظَنَّا اَن يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (2:230)۔

پھر اگر (شوہر نے بیوی کو قطعی) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اِلّا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے۔ تب اگر (پہلا) شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم

رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دراصل فاضل مضمون نگار حقیقت کے خلاف تیسری طلاق کے قائل ہیں اور اسے مسلک پرستوں کی طرح طلاق مغلظہ کا نام دیتے ہیں۔ اگرچہ موصوف بجا طور پر حلالہ کو قرآن کے خلاف اور ناجائز سمجھتے ہیں لیکن اس کے عدم جواز کو ثابت کرنے کے لئے **اَنْمِل** بے جوڑ قسم کے دلائل سے کام لینے پر آمادہ ہیں۔ مثلاً 2:230 میں **فَاِنْ طَلَّقَهَا** سے ان کے نزدیک تیسری طلاق مراد ہے جس کا قرآن میں دور دور تک اشارہ موجود نہیں ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اگر طلاق دینے والا شوہر دوسری طلاق کی عدت گزر جانے سے پہلے اس سے رجوع نہ کرنے کا فیصلہ کر لے تو پھر یہ طلاق قطعی حیثیت کی شکل اختیار کر لے گی اور اس کے بعد وہ عورت اس شوہر کے لئے حلال نہ رہے گی۔ موصوف فرماتے ہیں ''پھر اگر دو مرتبہ کی رجعی طلاقوں کے بعد اس مرد نے تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہے۔'' (صوت الحق، کراچی، اپریل 2011ء صفحہ 23)۔

تیسری مرتبہ طلاق کا تصور ایجاد بندہ ہے جو نہ صرف مسلکی اور مکتبی علماء کے ہاں مقبول ہے بلکہ اہل قرآن نے بھی اسے قبول کر رکھا ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کی روشنی میں تیسری طلاق کا تصور بلا جواز اور ناقابل قبول ہے۔

دوسرے **فَاِنْ طَلَّقَهَا** سے **اَنْ يَتَرَاجَعَآ** تک کا مطلب مضمون نگار موصوف نے یہ اخذ کیا ہے کہ مطلقہ خاتون کو اگر اس کا دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو ان دونوں (یعنی مطلقہ اور زوج ثانی) پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں رجوع کر لیں۔ اپنے اخذ کردہ مفہوم کو خواہی نخواہی درست ثابت کرنے کے لئے موصوف نے منطوق، انتشار ضمائر اور تفاعل میں تشارک جیسے گنجلک اور پیچیدہ الفاظ اور تراکیب سے مدد لینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اگر موصوف کے اخذ کردہ مفہوم کو درست مان لیا جائے کہ اس آیت کریمہ میں رجعت کی بات مطلقہ اور زوج ثانی کی بابت کہی گئی ہے تو پھر آیت 2:230 ان الفاظ پر ختم ہو جانی چاہئے تھی **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ** پھر اگر (پہلا) شوہر اسے (قطعی) طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ رہے گی۔ **حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ** کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی جس کا مطلب ہے ''جب تک اس کا نکاح دوسرے شخص سے نہ ہو جائے''۔ قرآن مجید میں لفظ حتیٰ'' 142 مقامات پر آیا ہے۔ تقریباً تمام ہی مقامات پر اس کا مطلب اور مفہوم ''جب تک'' اس وقت تک''۔ ''تا آنکہ'' اور اِلّا یہ کہ'' جیسے الفاظ میں بیان ہوا ہے جو دو جملوں کو جوڑنے والے ہیں نہ کہ توڑنے والے۔ ایسے دو جملے جو ایک دوسرے سے غیر متعلق ہوں ان کے درمیان ''حتیٰ'' کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔

حقیقی صورتحال: قرآن کریم میں طلاق کے احکام جن جن مقامات پر بیان ہوئے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) سورۃ البقرہ کی آیات 226 تا 241۔

(2) سورۃ النساء کی آیات 20,21,35,128, 130۔

(3) سورۃ الاحزاب کی آیت 49۔

(4) سورۃ التحریم کی آیت 5۔

(5) سورۃ الطلاق مکمل۔

مضمون کے لحاظ سے ربط پیدا کرنے کے لئے چند آیات ترتیب وار ملاحظہ کریں۔

1- وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَماً مِّنْ اَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا اِن يُرِيْدَا اِصْلَاحاً يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً (4:35)-

اور اگر تم لوگوں کو شوہر و بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حَکَم (ثالث) مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا اور باخبر ہے۔

2- يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (65:1)-

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لئے طلاق دیا کرو اور عدت کے زمانہ کا ٹھیک ٹھیک شمار کیا کرو۔

3- فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ (65:2)-

پھر جب وہ اپنی (عدت کی) مدت کے خاتمہ پر پہنچیں تو یا انہیں بھلے طریقہ سے (اپنے نکاح میں) روک لو یا بھلے طریقہ پر ان سے جدا ہو جاؤ۔

4- وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُوا (2:231)-

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آ جائے تو یا بھلے طریقہ سے انہیں روک لو یا بھلے طریقہ سے رخصت کر دو۔ محض ستانے کی خاطر انہیں روک کر نہ رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی۔

5- وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوٓءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ اَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىٓ اَرْحَامِهِنَّ اِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوٓا اِصْلاَحًا (2:228)-

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہے اسے چھپائیں۔ انہیں ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے اگر وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔ (اگر) ان کے شوہر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں تو وہ اس عدت کے دوران میں انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لینے کے حق دار ہیں۔

6- وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (2:241)-

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ (ان کا) حق ہے متقی لوگوں پر۔

7- وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (2:228)-

عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

8- وَاَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (65:2)-

اور (طلاق دیئے جانے کے موقع پر) دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنا لو جو تم میں سے صاحب عدل ہوں۔ اور (اے گواہ بننے والو!) گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے لئے دیا کرو۔

منقولہ آیات کی روشنی میں اگر ان کے مفہوم کو مربوط انداز میں دیکھا جائے تو جو صورتحال سامنے آتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

طلاق ایک ایسا عمل ہے جس کا براہ راست تعلق دو افراد یعنی شوہر اور بیوی سے ہوتا ہے لیکن بالواسطہ طور پر اس سے ان کے بچے (اگر موجود ہوں)' دو خاندان اور دو گھرانے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے درمیان ایک اَن دیکھی خلیج پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کو طلاق دینے (65:1) اور عورت کو طلاق لینے (2:229) کا حق دیا ہے اور نہ صرف اس کا طریق کار بیان کر دیا ہے بلکہ اس عمل کے انسانی اخلاقی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ نکاح کو آسان لیکن اس کے مقابلہ میں طلاق کو مشکل اور دشوار بنایا گیا ہے تا کہ حتیٰ الامکان بسے بسائے گھر کو برباد ہونے سے بچایا جا سکے۔ مذہبی' مسلکی اور

مکتبی علماء ومفتی حضرات نے قرآنی احکامات اور ہدایات کے برعکس اتنا آسان بنا دیا ہے کہ مرد کی زبان سے بس طلاق کا لفظ یا اس کی تکرار نکلی اور سالہا سال تک اس کی رفاقت میں رہنے والی بیوی اجنبی اور بےحق ہوگئی۔ مسلک پرستوں کے درمیان اختلاف صرف اس نکتہ پر ہے کہ ایک ہی وقت میں مرد کی زبان سے تین بار ادا ہونے والا طلاق کا لفظ تین طلاقیں شمار ہوگا یا ایک طلاق۔ اس کے مؤثر ہونے میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ شوہر کی زبان سے اگر غصہ کی حالت اور طیش میں بھی یہ لفظ ادا ہو جائے تو ان حضرات کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے لیکن بہت سے دیگر معاملات میں یہی حضرات حدیث کی ایک روایت پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یعنی **انما الاعمال بالنیات** اعمال کا دارومدار نیت اور ارادہ پر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر بلا نیت کے سارا دن بھی بھوکا پیاسا رہا جائے تو روزہ شمار نہیں ہوتا۔ بلا قصد اور ارادہ کے اگر زبان سے طلاق کا لفظ ادا ہو جائے تو طلاق یقیناً ہو جاتی ہے۔ قسم کھانے کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَانِكُمْ وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ (2:225)-

یہ جو بے معنی قسمیں تم بلا ارادہ کھا لیا کرتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو ان کی باز پرس وہ ضرور کرے گا۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر غور کیا جائے تو طلاق کے مسئلہ میں بھی اس سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے یعنی طلاق بھی اس وقت موثر ہوگی جب قرآن میں بیان کئے ہوئے طریقہ کے مطابق قصداً نیت اور ارادہ کے ساتھ دی جائے۔ قرآن نے طلاق کے موثر ہونے کا اور اس کے مختلف مراحل اسی لئے بیان کر دیئے ہیں کہ اس میں طلاق دینے والا شوہر ذاتی غور وفکر کرنے کے بعد ہی سوچ سمجھ کر سنجیدگی کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ حقیقت میں اسے اپنی بیوی کے ساتھ گزارا کرنا ہے یا نہیں۔ اگر وہ سمجھے گا کہ حالات اس قابل نہیں ہیں کہ وہ دونوں مزید ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکیں تب ہی وہ بیوی کو قطعی طور پر خود سے جدا کرنے کا حتمی فیصلہ کرے گا۔ اگر خطا عورت کی طرف سے ہے تو اسے بھی اس بات پر غور کرنے کا موقع مل جائے گا کہ وہ اپنے اور اگر بچے ہیں تو ان کے مستقبل کے بارے میں بھی نتائج پر غور وفکر کر کے اپنے مزاج اور حالات کی اصلاح کر لے۔ غصہ اور طیش کے وقتی جذبات سے مغلوب ہو کر زبان سے بہ یک وقت یا علیحدہ علیحدہ اوقات میں نہ صرف تین بلکہ تین سو یا تین ہزار بار بھی طلاق کے لفظ کی گردان کرنے سے ایک طلاق بھی واقع ہونے والی نہیں ہے۔ قرآن کی بیان کردہ شرائط کو پورا کئے بغیر تحریری طور پر

دی جانے والی طلاق کا بھی یہی حال ہے جو زبانی طور پر دی جانے والی طلاق کا۔ مسلمانوں میں دینی تعلیم (مذہبی نہیں) اور عقل وشعور کی جو کمی ہے اس سے ہر صاحب فہم شخص آگاہ ہے۔ اس صورتحال میں تمام تر ذمہ داری ان مولوی اور مفتی حضرات کے کندھوں پر آجاتی ہے جو عوام کا لانعام کی بلا جواز دی ہوئی طلاقوں پر فتوے صادر کر کے ان پر صاد کر دیتے ہیں اور محاسبہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔ قرآنی ہدایات کے برخلاف یا ان کو مسخ کر کے دنیا بھر کے دارالافتاء کے جاری کئے جانے والے فتوے بلا جواز' نا قابل اعتبار' غیر معقول اور نا قابل قبول ہیں چاہے ان پر پاک و ہند اور مکہ و مدینہ کے مفتیان اعظم نے صاد کی مہر لگا رکھی ہو۔

قولِ فیصل: ذیل میں منقول قرآن مجید کی وہ کلیدی آیات ہیں جن کے بیان کے برخلاف لوگوں نے غیر قرآنی ماخذ کو قرآن کے مضمون کے ساتھ خلط ملط کر کے طلاق اور حلالہ کی خود ساختہ تشریح کرنے کے بعد اس کی بنیاد پر فتویٰ بازی کا کھیل رچایا ہوا ہے جبکہ فرقہ اہل قرآن سے تعلق رکھنے والے حضرات بجا طور پر حلالہ کو تو خلاف قرآن قرار دیتے ہیں لیکن حیرت انگیز طور پر وہ تین طلاقوں کے بھی قائل نظر آتے ہیں اور شوہر کی طرف سے تین طلاق یافتہ خاتون کو ہمیشہ کے لئے غیر مشروط طور پر سابقہ خاوند کے لئے حرام قرار دے دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں باتیں ہی قرآن کے بیانات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ تفصیل ہم آگے پیش کر رہے ہیں۔

1- **اَلطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (2:229)-**

طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقہ سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔

A divorce is only permissible twice; after that, the parties should either hold together on equitable terms, or separate with kindness. (عبداللہ یوسف علی)

2- **فَاِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَاِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَن يَتَرَاجَعَا اِن ظَنَّا اَن يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (2:230)-**

پس اگر عورت کو (قطعی) طلاق دے دی گئی تو پھر وہ عورت اس (مرد) کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے۔ تب اگر وہ دونوں خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر

لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کی ہدایت کے لئے واضح کر رہا ہے جو (ان حدوں کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔

So if a husband divorces his wife (irrevocably), he cannot, after that, re-marry her until after she has married another husband and he has divorced her. In that case there is no blame on either of them if they re-unite, provided they feel that they can keep the limits ordained by Allah. Such are the limits ordained by Allah, which He makes plain to those who know. (عبداللہ یوسف علی)

اوپر پیش کردہ دونوں آیات کریمہ (2:229-230) اپنے مطلب اور مفہوم کی ادائیگی میں بالکل واضح ہیں اگر ان کو سمجھنے کے لئے غیر قرآنی ماخذ کی مدد لینے کے بجائے عقل وشعور سے کام لیا جائے۔

1- طلاق صرف دو بار ہے یعنی ایک شوہر اپنی بیوی کو تمام عمر میں صرف دو بار طلاق دے سکتا ہے جس کی عدت مجموعی طور پر تین ایام ماہواری (2:228) ہیں۔ یہ مدت ختم ہونے سے پہلے یا تو رجوع کر کے انہیں اپنی زوجیت میں روک لو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو۔

2- دونوں طلاقیں الگ الگ اوقات میں صرف اس وقت دی جائیں گی جب بیوی حالت طُہر میں یعنی پاکی کی حالت میں ہو۔ نہ تو وہ قدرتی طور پر ایام ماہواری سے گزر رہی ہو اور نہ شوہر نے ایام ختم ہونے کے بعد اس کے ساتھ تعلق قائم کیا ہو۔ رجوع کرنے کے لئے حسب معمول اس کے ساتھ تعلق قائم کر لینا ہی کافی ہے۔ نئے سرے سے نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

3- طلاق کی نوبت آنے سے پہلے شوہر اور بیوی کے خاندانوں میں سے کم از کم ایک ایک ثالث کا مقرر کیا جانا لازمی ہے تاکہ وہ دونوں کی شکایات سن کر ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کر سکیں۔

4- اگر اصلاح احوال کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر دو گواہوں کی موجودگی میں طلاق کے عمل کو مکمل کیا جائے۔

5- ایک بار طلاق دے کر اس سے رجوع کر لیا جائے تو دوسری طلاق دو، چار یا دس بیس سال کے بعد بھی دی جا سکتی ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ جو اوپر بیان کر دی گئی ہیں۔ دوسری طلاق کے بعد اگر رجوع نہیں کیا اور عدت کی مدت ختم

ہوگئی تو یہ قطعی طلاق سمجھی جائے گی اور خود بخود نافذ ہوجائے گی۔لوگوں کی اکثریت غلط فہمی کے سبب جس کو تیسری طلاق کہتی ہے وہ یہی دوسری طلاق کی عدت کا خاتمہ ہے جس کے بعد مزید کسی تیسری طلاق کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

-6 دوسری طلاق کی عدت کے خاتمہ تک رجوع نہ کرنے کی صورت میں جب قطعی طلاق واقع ہو جائے تو اس کے بعد وہ عورت طلاق دینے والے شوہر کے لئے اسی وقت حلال ہوگی جب اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو جائے اور وہ شخص اسے طلاق دے دے (یا فوت ہو جائے)۔اس کے بعد اگر وہ عورت اور اس کا سابقہ شوہر یہ بات سمجھیں کہ آئندہ ان کے درمیان ایسا کوئی معاملہ پیش نہیں آئے گا جس کی بنیاد پر پہلے طلاق کی نوبت آ گئی تھی تو وہ آپس میں دوبارہ نکاح کر کے نئے سرے سے زن و شوہر کی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر پہلی طلاق کے بعد بھی قرآن کی بیان کی ہوئی مدت میں شوہر نے رجوع نہیں کیا اور وقت نکل گیا تو پھر پہلی طلاق ہی قطعی (Irrevocable) قرار پائے گی اور مطلقہ خاتون شوہر کے لئے حلال نہ رہے گی تا آنکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور وہ اسے طلاق نہ دے دے (یا فوت نہ ہو جائے)۔

-7 اس تمام معاملہ میں ''حلالہ'' کے حوالہ سے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ دوسرے شوہر سے مطلقہ کے نکاح اور اس شوہر کے طلاق دینے کا مطلب قطعی طور پر عارضی مدت کے لئے سازشی نکاح اور طلاق نہیں ہے بلکہ خاتون کا ایسا نکاح ہے جیسا پہلے شوہر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اگر اس شوہر کے ساتھ بھی خاتون کا نباہ نہیں ہوتا قطع نظر اس بات کے کہ غلطی شوہر کی ہو یا خاتون کی تو اس صورت میں بھی وہ تمام طریقہ کار اختیار کیا جائے گا جو طلاق کے سلسلہ میں اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی شوہر و بیوی دونوں کی طرف سے ثالثوں کا تقرر، شوہر کا ایک ایک ماہ کے وقفہ سے الگ الگ دو طلاقیں دینا اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ قطعی طلاق کا دیا جانا۔اسکے بعد ہی اگر خاتون اور اس کا پہلا شوہر دونوں راضی ہوں تو نئے سرے سے باقاعدہ نکاح کر کے زن و شوہر کا رشتہ قائم کر سکتے ہیں۔اس صورت میں خاتون کو دوسرے شوہر کی طرف سے قطعی طلاق کے بعد تین ماہ تک نکاح سے رکنا پڑے گا تا کہ اگر وہ دوسرے شوہر سے

حاملہ ہوتو حمل ظاہر ہو جائے (2:228)-

-8 شوہر اور بیوی کے درمیان طلاق کی نوبت یقیناً باہمی نااتفاقی، ذہنی ہم آہنگی کا نہ ہونا یا اسی قسم کا کوئی اور سبب ہوتا ہے۔ بہ یک وقت دو یا تین طلاقیں دینے کا تو اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ الگ الگ اوقات میں بھی طلاق دینے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں بھی طیش اور غصہ کی حالت کو سنجیدگی کا درجہ نہیں دیا گیا بلکہ ایک خاص مدت تک شوہر و بیوی کو اس بات کی مہلت دی گئی ہے کہ وہ زندگی کا ایک اہم ترین فیصلہ کرتے ہوئے ٹھنڈے دل اور غور وفکر کے ساتھ تمام حالات کا جائزہ لے لیں۔ اس کے بعد بھی ثالثوں کا تقرر اس بات کا موقع مہیا کرنے کے لئے ہے کہ اگر وہ خود کسی مناسب فیصلہ تک پہنچنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو شاید دوسروں کے سمجھانے سے بات ان کی سمجھ میں آ جائے۔ جب تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی قابل قبول اور قابل عمل حل نہ نکل پائے تب ہی انہیں قطعی طلاق دینے کی اجازت ہے وہ بھی دو گواہوں کی موجودگی میں تاکہ کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

-9 شوہر کو طلاق دینے اور بیوی کو خلع کے نام سے طلاق لینے کا مساوی حق حاصل ہے۔ لیکن دونوں میں سے جو بھی اس معاملہ میں پہل کرے گا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ثالثوں کو اپنی شکایت اور طلاق دینے یا لینے کے اسباب سے آگاہ کرے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ نکاح کے لئے تو مرد اور عورت کے درمیان ایجاب وقبول لازمی ہو لیکن طلاق بغیر کسی جائز سبب کے صرف ایک کی مرضی سے ہو جائے۔

-10 قرآن کی بیان کی ہوئی تمام شرائط کو پورا کرنے کے بعد طلاق دینے والے شوہر اور طلاق لینے والی بیوی کو کون صحیح الدماغ قرار دے گا اگر وہ باقی عمر کے کسی حصہ میں دوبارہ کبھی نکاح کر کے زن و شوہر کا رشتہ قائم کرنے کا سوچیں۔ ہزاروں میں کوئی ایک معاملہ ہی ایسا ہوگا جس میں ایسا رشتہ قائم ہوتا ہوا نظر آئے۔ ایسے معاملہ کا شمار شاذ و نادر میں ہوگا۔ اس پر عموم کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

-11 جو حضرات طلاق کے لفظ کی محض زبان سے ادائیگی ہی کو اس کو موثر ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں اور جن کے نزدیک بہ یک وقت اس لفظ کی تکرار سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے ان سے تو اس بات کی توقع کرنا ہی بے کار ہے کہ وہ ہمارے پیش کردہ قرآنی دلائل پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں گے کیونکہ ان کی اکثریت کے

نزدیک تو قرآنی احکام اور ہدایات کی تکمیل ہی اس وقت ہوتی ہے جب ان کے ساتھ حدیث کی روایات، تفسیر کے بیانات اور فقہ کے احکامات کا پیوند لگایا جائے۔ جو حضرات ''حلالہ'' کے عمل کو ناجائز سمجھتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ کسی تیسری طلاق کے تصور، تیسری طلاق کے بعد مطلقہ کے پہلے شوہر کے لئے دائماً حرام ہوجانے یا دوسرے نکاح کی صورت میں شوہر کے بغیر چھوئے طلاق دے دینے کے تصورات پر قرآن کی روشنی میں دوبارہ غور وفکر کریں۔ ان کے خیالات قرآنی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوع اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 73, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 91, 94, 98, 2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010

ماھنامہ طلوع اسلام

☆طلوع اسلام بلند پایہ علمی پرچہ ہے۔☆پاکستان کے ہر گوشے اور ہر طبقے میں گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ ☆پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے۔☆اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گزرتے ہیں۔اس میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

اشتہارات کے REVISED نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
بیرونی ٹائٹل	-/1500روپے	-/15000روپے
اندرونی ٹائٹل	-/1200روپے	-/12000روپے
اندرون صفحات		
پوراصفحہ	-/1000روپے	-/10000روپے
نصف صفحہ	-/500روپے	-/5000روپے
چوتھائی صفحہ	-/250روپے	-/2500روپے

☆مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔☆اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے۔

☆اجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات

لاہور 28 اکتوبر 2010ء

محترم جناب مدیرانتظامی ماہنامہ **طلوع اسلام** لاہور

السلام علیکم!

عرض ہے کہ آپ کے موقر جریدے کے اگست' ستمبر 2005ء کے شماروں میں جناب جمیل احمد عدیل صاحب کا ''مسئلہ جنات'' کے عنوان سے ایک مدلل اور تفصیلی مضمون دو اقساط میں طبع ہوا' نومبر 2009ء کے شمارے میں جناب ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا بہت اچھا مضمون بعنوان 'الجن کا قرآنی تصور' چھپا اور مئی 2010ء کے شمارے میں جناب عطاء الحق قاسمی صاحب کا لاہور میں بین الاقوامی کانفرنس میں پڑھا جانے والا ایک نہایت دلچسپ اور سبق آموز مضمون 'کچھ جنوں بھوتوں کے بارے میں' کے عنوان سے شائع ہوا جس کے آخر میں بطورِ ضمیمہ مندرجہ ذیل پیراگراف بھی شائع ہوا:

مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویز مرحوم نے اپنی مشہور تصنیف ''لغات القرآن'' کے حصہ اول' کے صفحات 446 تا 447 پر لفظِ جنّ کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی ہے:

''قرآن کریم میں **جن** اور **انس** کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ ہم (ا۔ن۔س) کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں **الانس** ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں لیکن جن (مادہ ج ن ن' ہے) وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور' جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل رسل و رسائل کے عام ہو جانے سے' ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں' اس لئے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے

کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش، صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت، عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدؤ و یا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا اس لئے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد انسان ہی ہیں یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے۔ مثلاً سورۃ انعام میں ہے: **يَـا مَعْشَرَ الْـجِـنِّ وَالْإِنْـسِ اَلَـمْ يَـاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ** (6:131)- اے گروہ جن و انس، کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورۃ اعراف میں اس کی تصریح کر دی کہ رسول، بنی آدم میں سے، انہی کی طرف بھیجے گئے تھے (7:35)- سورۃ جن اور سورۃ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن سننے کے لئے آئی (دیکھئے 46:29, 72:1)۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ''جنوں'' کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔ انہی سورتوں (سورۃ جن اور سورۃ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن سننے کے لئے آئے تھے وہ انسان ہی تھے (وحشی قبائل میں سے عیسائی۔ یہودی اور مشرک)۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ اگر ''جن و انس'' اکٹھے ہو جائیں تو بھی اس قرآن کی مثل نہ بنا سکیں۔ سورہ انعام میں ہے کہ ''انس و جن'' کے سرکش لوگ انبیاء کی مخالفت کیا کرتے تھے (6:113) سورۃ اعراف میں ہے کہ ''جن و انس'' میں اکثریت ان کی ہے جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے اس لئے وہ اہل جہنم ہیں (7:179)- سورۃ حم سجدہ میں ہے کہ اہل جہنم کہیں گے کہ ہمیں ''جن و انس'' میں سے بعض نے گمراہ کیا تھا (41:29)- سورۃ انعام میں ہے کہ انس کہیں گے کہ ہم جنوں سے فوائد حاصل کیا کرتے تھے اور جن کہیں گے کہ ہم انس سے فائدے اٹھایا کرتے تھے (6:129)- سورۃ نمل میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جن و انس کے لشکر تھے (27:17)- ان جنوں کے متعلق سورۃ سبأ میں

ہے کہ وہ ہیکل کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ مجسمے تراشتے تھے۔ لگن اور دیگیں بناتے تھے (34:13)- سمندروں میں غوطہ خوری سے موتی نکالتے تھے (21:82)- انہیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جاتا تھا (38:37-38)- تورات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے صور کے بادشاہ سے صیدونی قوم کے آدمی جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے لئے مانگے تھے۔ چنانچہ یہ قبائل اور ''جبلیم''۔ پہاڑی قبائل۔ ان کے لئے لکڑیاں کاٹتے اور پتھر تراشتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سلیمانؑ نے فلسطین کے پہاڑی اور جنگلی (غیر بنی اسرائیل) قبائل میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بطور مزدور اور دس ہزار کو درخت کاٹنے اور پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا (دیکھئے کتاب سلاطین و کتاب تاریخ الایام)۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ قرآن میں ''جن و انس'' سے مراد وحشی اور متمدن انسان ہیں۔ انس جو مانوس تھے اور جن جو وحشی اور غیر مہذب قبائل جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے۔ (مزید تفصیل میری کتاب ''ابلیس و آدم'' میں ملے گی)۔''

آیاتِ مبارکہ 10:57 اور 34:28 کے مطابق بالترتیب قرآن کریم کا نزول اور نبی کریمﷺ کی بعثت ''ناس'' (یعنی انسانوں) کی ہدایت اور استبشار و اِنذار کے لئے ہے۔ آیت 21:7 کے مطابق نبی کریمﷺ سے پہلے بھی سب رُسل مَرد (Male) یعنی انسان تھے۔ آیت 21:10 میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ''یقیناً ہم نے تمہاری (یعنی انسانوں کی) طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارا ہی تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟'' آیت 17:95 میں فرمانِ الٰہی ہے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس آسمانی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔ جس سے واضح ہے کہ اگر زمین میں انسانوں سے مختلف اور الگ مخلوق ''جن'' بھی چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ان کی ہدایت استبشار اور اِنذار کے لئے ان جنوں میں سے ''جن'' ہی رُسل بنا کر بھیجے جاتے۔ چونکہ کبھی بھی کوئی ''جن'' رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا اور انسانوں کی ہدایت اور استبشار و اِنذار کے لئے انسانوں میں سے انسان ہی ہمیشہ رُسل بنا کر بھیجے جاتے رہے ہیں اس لئے قرآن کریم میں جن وانس کے الفاظ انسان ہی کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ ''جن وانس'' سے مراد وحشی اور متمدن انسان ہیں۔ ''انس'' جو مانوس تھے اور ''جن'' جو وحشی اور غیر مہذب قبائل جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے۔ آیت 6:130 یعنی **يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي**

وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَـٰذَا ...... سے بالکل شفاف (Crystal Clear) ہو جاتا ہے کہ جن و انس سے مراد صرف اور صرف انسان ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے 5 ستمبر 2010ء، 3 اکتوبر 2010ء اور 17 اکتوبر 2010ء کے سنڈے میگزین میں جناب محمد نواز میرانی صاحب کے تصوراتی جنوں کے بارے میں بالترتیب 'انسان' شیطان اور جن'، 'جنات سے نکاح' اور 'جنات پر آپ کے گھر کے دروازے بند' کے عنوانات سے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ میرانی صاحب کے مذکورہ بالا مضامین میں جنات کی تصوراتی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ ان تصاویر سے صاف ظاہر ہے کہ میرانی صاحب کے اپنے ذہن میں بھی ''جن'' کا تصور ایک ''انسان'' ہی کا ہے۔ میرانی صاحب سے مودبانہ درخواست ہے کہ وہ براہ مہربانی بذریعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے سنڈے میگزین یا ماہنامہ طلوع اسلام لاہور 25 بی گلبرگ 2 لاہور تسلیم فرمائیں کہ جن و انس سے مراد صرف اور صرف ''انسان'' ہے۔ اگر وہ اب بھی 'جن' اور 'انسان' سے بالکل مختلف اور الگ مخلوق تصور کرتے ہیں تو براہ کرم اپنے اس 'تصور' کی صحت کو قرآنی آیات سے ثابت فرمائیں۔

میرانی صاحب کے مذکورہ بالا مضامین جناب مدیر انتظامی طلوع اسلام لاہور کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں اور ان سے درخواست ہے کہ عریضہ ہذا کو اپنے مؤقر جریدے کی اگلی اشاعت میں شامل فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکرم راٹھور، لاہور

محترم خریدارانِ طلوع اسلام!

آپ کو مجلّہ طلوع اسلام جب بذریعہ ڈاک موصول ہو تو براہِ کرم لفافہ کو پھینکنے سے پہلے اس کے اوپر اپنے زرِشرکت سے متعلق تحریر کو ضرور پڑھیے جس پر آپ کا خریداری نمبر اور جس مہینہ اور سال تک آپ نے زرِشرکت ادا کیا ہو وہ مہینہ اور سال اس طرح لکھا ہوتا ہے:

Subscription Paid Up to 12/2009/2010

اس طرح آپ کو ادا شدہ یا واجب الادا زرِشرکت سے متعلق ایک نظر ڈالنے پر معلوم ہوتا رہے گا۔ نیز زرِشرکت بھیجتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجیے۔ ایڈریس کی تبدیلی کی صورت میں مہینہ کی 15 تاریخ تک ادارہ کو مطلع کیجیے تا کہ اس ماہ کا پرچہ آپ کے نئے پتہ پر ارسال کیا جا سکے۔ (ادارہ طلوع اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عارف محمود کسانہ، سویڈن

بچوں کا صفحہ

بول چال کے آداب

حاشر اور صالح دونوں خوشی خوشی گھر آئے، آج دونوں کے انداز ہی بدلے ہوئے تھے۔ وہ بہت جوش و خروش میں تھے اور آتے ہی اپنی امی کو بتانے لگے کہ ہمیں گرمیوں کی چھٹیاں ہوگئی ہیں اب ہم خوب کھیلیں گے اور صبح سویرے اٹھنا بھی نہیں پڑے گا۔ اچھا بھائی تم لوگ جیسے جی چاہے مزے کرو مگر ساتھ پڑھنا بھی ہے امی نے کہا۔ جی امی ہم کھیلیں گے بھی اور پڑھیں گے بھی حاشر بولا۔ صالح اپنی امی سے لپٹ کر کہنے لگا امی جان چھٹیوں میں ماموں جان کے پاس آزاد کشمیر چلتے ہیں وہاں تو موسم بھی بہت اچھا ہوگا یہاں تو بہت سخت گرمی ہے اور آپ نے خود کہا تھا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ماموں کے پاس آزاد کشمیر جائیں گے۔ اب حاشر بھی بولنے لگا امی وہاں بہت مزا آئے گا مجھے پہاڑ بہت پسند ہیں ۔ اونچے اونچے درخت اور خوبصورت نظارے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ گرمیوں میں تو آبشاروں اور جھیلوں کے پاس پک نک کرنے کا تو مزا ہی اور ہوتا ہے۔ ہم وہاں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ کھیلیں گے اور حدیقہ کے ساتھ مل کر ہوم ورک بھی کرلیں گے۔ اتنی دیر میں اُن کے ابو بھی کمرے میں داخل ہوئے اور پوچھنے لگے کہ بچے کیوں شور کر رہے ہیں۔ بچے اپنے ماموں کے پاس آزاد کشمیر جانے کی ضد کر رہے ہیں حاشر اور صالح کی امی نے جواب دیا۔ ابو پلیز جانے کا پروگرام بنائیں نا، دونوں زور زور سے کہنے لگے۔ اچھا آؤ آرام سے بات کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے میں اپنے دفتر سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے لیتا ہوں اور ہم لوگ ہفتہ کے روز چلیں گے۔ یس! حاشر اور صالح دونوں خوشی سے چیخنے لگے۔ ابو، حسین کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ ہم تایا ابو سے پوچھ لیں گے حاشر نے کہا۔ اور لائبہ کو بھی، وہ حدیقہ کے ساتھ کھیل کر بہت خوش ہوگی صالح نے زور سے کہا۔ ہاں یہ اچھا رہے گا اُن کے ابو نے کہا۔ اس پر حاشر اور صالح خوشی سے اور شور کرنے لگے۔ اور دونوں نے ایک ساتھ بولنا شروع کردیا اس پر اُن کے ابو نے کہا بیٹا اِس طرح بات نہیں کرتے بلکہ آرام سے بات کرتے ہیں۔ تم دونوں یہاں میرے پاس بیٹھو میں تمھیں بتاتا ہوں کہ کس طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

بچو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بول چال اور

گفتگو کے آداب بھی بتائے ہیں۔ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اِس لیے اِن پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ بات کرتے وقت چیخ چیخ کر نہیں بولنا چاہیے اور اپنی آواز کو نیچا رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اپنی آواز کو نیچا رکھو۔ سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے کہ نہایت خوبصورت انداز سے، میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ باتیں کرو اور ایسی باتیں کرو جو اچھی ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک کو اپنی باری پر بولنا چاہیے۔ جب دوسرا بول رہا ہو تو اُس کی بات نہیں کاٹتے بلکہ انتظار کرتے ہیں جب وہ اپنی بات مکمل کر لے تو پھر بولنا چاہیے۔ جو کوئی بھی آپ سے بات کر رہا ہو تو اُس کی بات نہایت توجہ سے سننی چاہیے۔ غلط بات نہیں کرنی چاہیے۔ کسی دوسرے کی بات کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے اسی طرح اگر کسی کو بولنے میں کوئی مشکل ہو یا وہ صحیح طرح نہ بول سکے تو اُس پر نہ تو ہنسنا چاہیے اور نہ ہی اُس کی نقل اُتارنی چاہیے۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مکروفریب، تصنع اور بناوٹ، چال بازی اور فریب کاری کی باتیں نہیں کرنی چاہیے۔ اِسی طرح بے انصافی کی بات کبھی نہ کرو۔ جب بھی بات کرو عدل اور انصاف کی بات کرو۔

ابو جان عدل و انصاف کا کیا مطلب ہے۔ چھوٹے صالح نے پوچھا۔

عدل کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا دونوں طرف برابر ہونا۔ کمی یا زیادتی کو چھوڑ کر درمیانی راہ اختیار کرنا اور توازن برقرار رکھنا۔ تم نے اُونٹ یا گھوڑے پر بوجھ لدا دیکھا ہوگا۔ اگر اس کے دونوں طرف برابر برابر بوجھ ہو تو سامان بھی ٹھیک رہتا ہے اور جانور بھی آسانی سے چلتا ہے اِسے عدل کہتے ہیں۔ یعنی ایسا بوجھ جس میں دونوں طرفیں بالکل ایک جیسی ہوں، نہ کسی طرف جھکا ہو نہ کسی طرف سے اُوپر اٹھا ہو۔ گفتگو میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی بات کرو سچی کرو اور کسی کے ساتھ نہ غلط بات منسوب کرو اور نہ ہی زیادتی کرو۔ یعنی ٹھیک ٹھیک بات کرنا۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ نہ ہی حق کو چھپاؤ۔ سچ کو کبھی نہ چھپاؤ اور نہ ہی سچ کے ساتھ جھوٹ کو ملا کر بیان کرو کہ جھوٹ بھی سچ لگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ بھی کہا کہ شائستہ اور مہذب گفتگو کرو۔

ابو جان اِس کا کیا مطلب ہے۔ حاشر نے پوچھا۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی زبان بولو جو معاشرہ میں اچھے اور شریف لوگ بولتے ہیں۔ جو اچھی اور سلجھی گفتگو ہو۔ قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ ہمیشہ صاف، واضح اور سیدھی بات کرو۔ یعنی بات ہمیشہ ایسی کرو جو سیدھی اور صاف ہو۔ اُس میں کسی قسم کی اُلجھن نہ ہو کہ سمجھنے والے کو مشکل پیش آئے۔ اور نہ ہی ایسی بات ہو کہ جو ذومعنی ہو یعنی ایسی بات نہ کریں جس سے کئی مطلب نکالے جا سکیں۔ اِس

وقت اُس کا مطلب کچھ اور نکالو اور دوسرے وقت میں کچھ اور مطلب نکالو۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی بات کہیں سے اُڑتی ہوئی سنتے ہیں اور اُسے بغیر پرکھے اور تحقیق کئے آگے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اِس سے سختی سے منع کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جس بات کا تمہیں یقینی طور پر علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگو۔ یاد رکھو تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے خود اپنے کانوں سے ایسا سُنا تھا۔ کیا اپنی آنکھوں سے ایسا دیکھا تھا اور یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے سمجھ سوچ کر اس کی تحقیق کر لی تھی اور خود تمہارے اپنے دِل نے تو اس کے اندر کچھ نہیں ملا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا کہ لوگوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو یہ بہت بُری بات ہے۔ ٹوہ کا مطلب ہے کسی دوسرے کی جاسوسی کرتے رہنا۔ قرآن میں یہ بھی ہے کہ جو بھی بُری بات سنو اُس سے دور رہو۔ بچو مجھے امید ہے کہ آپ لوگوں نے میری باتیں غور سے سُنی ہونگی اور آپ اِن پر عمل بھی کرو گے۔ جی ابو جان ہم نے تمام باتیں سمجھ لی ہیں اور ہم اِن کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ حاشر اور صالح دونوں نے سلجھے ہوئے بچوں کی طرح جواب دیا۔ ٹھیک ہے اب تم آزاد کشمیر جانے کی تیاری کرو۔

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر' فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہوگیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25 بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوع اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوع اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد' اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوع اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق، مکان نمبر 302، سٹریٹ نمبر 57، سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق، فون نمبر 051-2290900	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی، بیت الحمد 4-AB-180، شادمان کالونی، ایم۔اے جناح روڈ نزد مبارک مسجد رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325، موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ ڈاکٹر محمد سلیم قمر تحصیل کبیر والا	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن، پوسٹ آفس فوجی ملز نزد بیکن ہاؤس سکول۔ رابطہ قمر پرویز	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بر دوکان لغاری برادرز زرعی سروس، ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9، گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج، فون: 047-6331440-6334433، موبائل نمبر: 0345-7961795	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری، B-12، حیدر آباد ٹاؤن، فیز نمبر 2، قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ موبائل: 0336-3080355	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود، مکان نمبر 14/A، گلی نمبر 4، راہِ طلوع اسلام، جنجوعہ ٹاؤن، اڈیالہ روڈ، نزد جراہی سٹاپ، راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299، موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696، دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹر سٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ، رابطہ: محمد حنیف، 03007158446۔ محمد طاہر بٹ، 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM

سرگودھا	B-4، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد مکی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ملک محمد اقبال۔فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر، فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون: 0946600277، موبائل: 0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔موبائل: 0346-9467559	ہراتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔رابطہ شفیق خالد، فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔فون: 021-35892083، موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5، ایریا 36/C، پوسٹ کوڈ 74900 رابطہ: محمد سرور۔فون نمبرز: 021-35031379-35046409، موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر، سلمان ٹاورز، آفس نمبر A-45، بالمقابل نادرا آفس، ملیر سٹی۔رابطہ: آصف جلیل فون: 021-35421511، موبائل: 0333-2121992، محمود الحسن۔فون: 021-35407331	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔رابطہ ڈاکٹر غلام صابر، فون: 081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔رابطہ چوہدری تسنیم شوکت، موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلّہ جاڑل شاہ، رابطہ سکندر علی عباسی، فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) برمکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلّہ صوفی پورہ۔فون نمبر: 0456-520969 موبائل نمبر: 0334-4907242	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی، صوابی	رابطہ ہومیو ڈاکٹر ایم۔فاروق، محلّہ خدر خیل۔فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی) فون نمبرز: 250092, 250102, 310262(0938)	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی

انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِشرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہو چکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔شکریہ

مطبوعاتِ طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے تحریک پاکستان کی دینی اساس سے متعلق
ذاتی مشیر، منفرد مفکرِ قرآن، بانی تحریک طلوعِ اسلام اور تحریک پاکستان گولڈ میڈلسٹ

علامہ غلام احمد پرویزؒ

2010

کی

تصنیفات

نام کتاب	پیپر بیک	مجلّد	نام کتاب	پیپر بیک	مجلّد
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ)	*	1200	معراجِ انسانیت (سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ)	270	540
مفہوم القرآن (کھلے پارے۔فی پارہ)	*	40	مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	120	240
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ مجلّد)	*	1200	انسان نے کیا سوچا؟	200	400
مفہوم القرآن (تین جلدوں میں۔فی جلد)	*	400	اسلام کیا ہے؟	180	360
لغات القرآن (مکمل سیٹ مجلّد)	*	1300	کتاب التقدیر	200	400
لغات القرآن (چار جلدوں میں۔فی جلد)	*	350	جہانِ فردا (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟)	160	320
تبویب القران (مجلّد)	*	1100	شاہکار رسالت (سیرتِ فاروق اعظمؓ)	280	560
تبویب القران (تین جلدوں میں)	*	1200	نظامِ ربوبیت (قرآن کا معاشی نظام)	200	400
مطالب الفرقان (مکمل سیٹ۔سورہ فاتحہ تا سورہ الحجر)	1200	2400	تصوف کی حقیقت	200	400
مطالب الفرقان (جلد اول)	165	330	قرآنی قوانین	100	200
مطالب الفرقان (جلد دوم)	165	330	سلیم کے نام خطوط (جلد اول)	130	260
مطالب الفرقان (جلد سوم)	180	360	سلیم کے نام خطوط (جلد دوم)	130	260
مطالب الفرقان (جلد چہارم)	200	400	سلیم کے نام خطوط (جلد سوم)	150	300
مطالب الفرقان (جلد پنجم)	165	330	طاہرہ کے نام خطوط	100	200
مطالب الفرقان (جلد ششم)	180	360	ختم نبوت اور تحریک ''احمدیت''	130	260
مطالب الفرقان (جلد ہفتم)	145	290	حسن کردار کا نقشِ تابندہ (سیرت قائداعظمؒ)	*	90
من و یزداں (اللہ کا صحیح تصور)	200	400	اقبالؒ اور قرآن (اول۔دوم)	280	560
ابلیس و آدم	200	400	مجلس اقبالؒ۔اول (شرح مثنوی اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی)	250	500
جوئے نور	160	320	مجلس اقبالؒ۔دوم (شرح مثنوی پس چہ باید کرد......)	*	150

برق طور (داستان حضرت موسیٰؑ)	160	320	قائداعظم کے تصور کا پاکستان (مجموعہ مقالات وخطابات)	160	320
شعلۂ مستور (حضرت عیسیٰؑ کی داستان)	160	320	بہارِنو (مجموعہ مقالات وخطبات)	180	360
ISLAM: A Challenge to Religion	200	400	اسلامی معاشرت (روزمرہ کے متعلق قرآنی احکام وہدایات)	50	100
Exposition of the Holy Quran (in two volumes)	*	1200	اسبابِ زوالِ امت	50	100
The book of Destiny	200	400	جہاد (جہاد کے متعلق قرآنِ کریم کے احکامات)	*	100
Reasons for Decline of Muslims	*	200	خدااور سرمایہ دار (مجموعہ مقالات وخطبات)	145	290
Islamic Way of Living	50	100	سلسبیل (مجموعہ مقالات وخطبات)	160	320
Letters to Tahira	*	300	فردوسِ گم گشتہ (مجموعہ مقالات وخطبات)	160	320
Quranic Laws	*	350	متفرق کتب		
متفرق کتب			The Pakistan Idea		150
مقام حدیث	110	220	Woman - Recreated		150
قرآنی فیصلے (جلداول)	280	560	The Bible-Word of God or Word of Man		300
قرآنی فیصلے (جلددوم)	280	560	The Holy Quran and Our Daily Life		300
قتل مرتد' غلام اور لونڈیاں اور یتیم پوتے کی وراثت	*	90	Exposition of the Holy Quran (New Edition) in one volume		1500
مزاج شناسِ رسول	120	240			
تحریکِ پاکستان کے گم گشتہ حقائق	200	400			
The Best of A.S.K. Joommal		600			

کتابیں ملنے کا پتہ:

طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

25 بی' گلبرگ2' لاہور54660' پاکستان

فون نمبر:35764484, 35753666

Email: trust@toluislam.com, Web: www.toluislam.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر01720041073503 حبیب بینک لمیٹڈ' مین مارکیٹ گلبرگ برانچ' لاہور۔

طلوع اسلام ٹرسٹ کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

ان قیمتوں میں ڈاک خرچ اور پیکنگ کا خرچہ شامل نہیں۔ یہ قیمتیں کسی بھی وقت تبدیل ہوسکتی ہیں۔

ماہنامہ طلوع اسلام کا سالانہ زرشرکت' اندرون ملک 300 روپے' بیرون ملک' یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ 1800 روپے اور امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ 2000 روپے